

ٹانکے مکی چوہ



نوبدر ظفر کبانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طرز و مزاج پر مبنی کلام کی اولین برقی کتاب

ڈنکے کی چوٹ

نوید ظفر کیانی

www.naveedzafarkiani.wordpress.com

www.facebook.com/nzkiani

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	ڈنکے کی چوٹ۔
شاعر	نوید ظفر کیانی۔
وضاحت	یہ نوید ظفر کیانی کے طنز و مزاح پر مبنی کلام کا اولین مجموعہ ہے جسے ای بک کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔
کاپی رائٹ	جملہ حقوق بحق شاعر محفوظ۔
اجازت	اس کتاب کو حوالہ جات یا غیر کاروباری نقطہ نظر سے استعمال کیا جاسکتا ہے یا شائع کیا جاسکتا ہے تاہم اس میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ یا اس کی شکل تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے لئے شاعر کی اجازت ضروری ہے۔
صفحات	160
سال اشاعت	2013ء
سن اضافہ	2013ء
پبلشر	نوید ظفر کیانی۔
ویب سائٹ	www.naveedzafarkiani.wordpress.com
فیس بک	www.facebook.com/nzkiani

انتساب

اُن کے نام

جو

لہنسنا جانتے ہیں

لکھنؤ

ترتیب

- ۱ میں جب بھی فون کرتا ہوں وہی انگلیج ٹوں ٹوں ٹوں ۱۱
- ۲ تیرے سہارے رہ گئے ۱۳
- ۳ نئے کپڑے بدل کر دنداؤں اور بال بناؤں مس کے لئے ۱۵
- ۴ ہمہ خانہ آفتاب - قطعہ ۱۶
- ۵ اور اب - قطعہ ۱۶
- ۶ مجبوری ۱۷
- ۷ ابتدائی جغرافیہ ۱۸
- ۸ ساس کو دیکھا تو ہر جی دار پتکچر ہو گیا ۲۰
- ۹ شکاری ۲۳
- ۱۰ تم - قطعہ ۲۴
- ۱۱ کس نام سے پکاروں - قطعہ ۲۴
- ۱۲ چنکی میری ہے ۲۵
- ۱۳ آپ جن کے قریب ہوتے ہیں ۲۷
- ۱۴ پالار قیب سے جو ترے گھر میں پڑ گیا ۲۸

۱۵	نیند پر نہ مار شیخوں یا را آدھی رات کو	۳۰
۱۶	آخر کب تک پاپ میاں	۳۲
۱۷	پی آر۔ قطعہ	۳۳
۱۸	اس حمام میں۔ قطعہ	۳۳
۱۹	ہمشکل	۳۴
۲۰	سیلاب	۳۵
۲۱	چلو اک بار پھر سے۔۔۔۔۔	۳۶
۲۲	اپنے نوٹوں کی ہواؤں میں اڑالے مجھ کو	۴۰
۲۳	ہوشیار باش	۴۱
۲۴	جوشکلیں پیاریاں ہیں	۴۲
۲۵	بجٹ کی آمد۔ قطعہ	۴۴
۲۶	تازہ اخبار۔ قطعہ	۴۴
۲۷	آپ یا ہم ہیں کہاں قوال ہیں جتنے بھی ہیں	۴۵
۲۸	ہردوتی کی حکایات نہیں کہتے ہیں	۴۷
۲۹	وہ خود کو یوسفِ ثانی کہیں تو لوگ کیا مانیں	۵۰
۳۰	غریبوں کی محبت کا بھی کوئی ریٹ ہوتا ہے	۵۲
۳۱	ایک گنوار اور سپاہی	۵۳

- ۳۲ شرافت وغیرہ۔ قطعہ ۵۵
- ۳۳ سرزنش۔ قطعہ ۵۵
- ۳۴ کب معمہ ہے سمجھنے کا یا سمجھانے کا ۵۶
- ۳۵ جھوٹ ۵۷
- ۳۶ شرارت ۵۸
- ۳۷ وجہ ۵۹
- ۳۸ رقیبوں سے ترے کوچے میں مجلس کر کے رہتے ہیں ۶۰
- ۳۹ کسی درزی سے خطا ہو جائے ۶۲
- ۴۰ ٹوٹے کسی کی نیند مگر تم کو اس سے کیا ۶۶
- ۴۱ ہاٹ لائن ۶۷
- ۴۲ معمولات۔ قطعہ ۷۰
- ۴۳ بیوی کی دہائی۔ قطعہ ۷۰
- ۴۴ آپ جس کے سامنے سرتاج سے اوئے ہوئے ۷۱
- ۴۵ میری طرح تو بھی ذرا شادی رچا گھر بار کر ۷۲
- ۴۶ گزرتے ہوئے یوں تو کھنگے سبھی تھے ۷۴
- ۴۷ مماثلت۔ قطعہ ۷۶
- ۴۸ الجھن۔ قطعہ ۷۶

۷۷	۴۹ روئے کار ولا۔ بالغ ٹپے
۷۹	۵۰ بے مہار غزل
۸۱	۵۱ سرال
۸۳	۵۲ کچھ صلہ کا ملی دے دے خدا !
۸۵	۵۳ خانہ بدوش عشق کو تازا نہیں گیا
۸۷	۵۴ سیاسی وعدے
۹۰	۵۵ کس میں ہمت کہ یوں اشتعالی کرے
۹۲	۵۶ بابو کو جب مال نہ دے
۹۴	۵۷ جاناں جاناں۔ قطعہ
۹۴	۵۸ ہوشیار باش۔ قطعہ
۹۵	۵۹ انتباہ
۹۶	۶۰ ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا
۹۷	۶۱ گرچہ نقصان ہے ذاتی، پھر بھی
۹۹	۶۲ اصل وجہ
۱۰۰	۶۳ درحقیقت۔ قطعہ
۱۰۰	۶۴ میں کیہڑے پاسے جاواں۔ قطعہ
۱۰۱	۶۵ بے ادبیاں

- ۶۶ سرکاری ہسپتال میں داخل ہوئے تھے کیوں ۱۰۳
- ۶۷ یوں پئے آستانہ نسرین پر ۱۰۴
- ۶۸ میں فرط شوق میں اُس سے تو کہہ بیٹھا جو جی میں تھا ۱۰۷
- ۶۹ مردانگی ۱۰۹
- ۷۰ سہولت - قطعہ ۱۱۰
- ۷۱ تفہیم - قطعہ ۱۱۰
- ۷۲ میں روز کہتا ہوں حال پوچھوں گا آج اُن کا ۱۱۱
- ۷۳ دولہا کی فریاد ۱۱۳
- ۷۴ مایوسی ۱۱۵
- ۷۵ جب بھی چاہیں اک نئی صورت بنا لیتے ہیں لوگ ۱۱۶
- ۷۶ وچلی گل - قطعہ ۱۱۷
- ۷۷ بزنس آفر - قطعہ ۱۱۷
- ۷۸ حجتوں کو دلیل کر لینا ۱۱۸
- ۷۹ افسر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا ۱۲۰
- ۸۰ عقد کا چکر چلایا تک نہیں ۱۲۱
- ۸۱ لندن لندن ۱۲۳
- ۸۲ رشوت - قطعہ ۱۲۴

۱۲۴	۸۳ فکرِ عافیت - قطعہ
۱۲۵	۸۴ روادِ سخن
۱۲۷	۸۵ تنبیہ
۱۲۸	۸۶ تمہارے حسن کو بھی اک طرح چنگل کہا جائے
۱۳۰	۸۷ مشورہ
۱۳۱	۸۸ یہ یادہ - قطعہ
۱۳۱	۸۹ امرِ مصدقہ - قطعہ
۱۳۲	۹۰ ماسی
۱۳۴	۹۱ یادِ ایام
۱۳۵	۹۲ ستمِ ظریفی
۱۳۶	۹۳ ثبوت - قطعہ
۱۳۶	۹۴ بارِ خدا - قطعہ
۱۳۷	۹۵ جب وقت پڑے کوئی بھی جان نہیں ہوتا
۱۳۸	۹۶ وہ مجھ سے ہوئے ہمکلام اللہ اللہ
۱۳۹	۹۷ پھر آج نیواں نیواں سوئے کس گیا، تو پھنس گیا
۱۴۱	۹۸ مشاہدہ
۱۴۲	۹۹ اور سہی - قطعہ

- ۱۰۰ شرم حضوری۔ قطعہ ۱۴۲
- ۱۰۱ میں نثار تھا کسی اور پر، مرے سر منڈھا کوئی اور ہے ۱۴۳
- ۱۰۲ ترکھاپن ۱۴۴
- ۱۰۳ منڈے ۱۴۵
- ۱۰۴ کڑیاں بال کٹاتی ہیں اور منڈے بال بڑھاتے ہیں ۱۴۷
- ۱۰۵ اے ہموطنو۔ قطعہ ۱۴۹
- ۱۰۶ تُو۔ قطعہ ۱۴۹
- ۱۰۷ ہر حسیں لگتا ہے دلبر مار کہ ۱۵۰
- ۱۰۸ ریزگاری ۱۵۱

میں جب بھی فون کرتا ہوں ، وہی انگریج ٹوں ٹوں ٹوں
رقیب روسیاء سے اور گھنٹوں بات کیوں کیوں کیوں

جہاں میں ساتھ ہی آئے ، مگر تقدیر کیا لائے
وہی ہیں آپ چھم چھم چھم ، وہی ہم لوگ کھوں کھوں کھوں

وفا کی آزمائش میں یہی سرگم کے دو سر ہیں
دل بجنوں کی دھک دھک دھک ، سگ لیلیٰ کی بھوں بھوں بھوں

وہ جب بھی بات کرتے ہیں تو بے اوقات کرتے ہیں
کسی کی بھی نہیں سنتے ، نہ چاں چاں چاں نہ چوں چوں چوں

وہ روسی ہے نہ چینی ہے مگر جب رات سوتی ہے
کبھی کرتی ہے خر خر خر ، کبھی کرتی ہے شوں شوں شوں

کسی کو مارا مرچوں نے ، کسی کو دل کی ٹیسوں نے
وہی یاروں کی سی سی سی ، وہی پیاروں کی سوں سوں سوں

تمہیں کہہ دو کہ جیون کا یوں بن پائے گا دوگانہ ؟
 میری سائیکل ہے ٹن ٹن ٹن ، تیری گاڑی ہے پوں پوں پوں
 عمریا کے کسی بھی دن ، تجھے پہنچوں ، یہ ناممکن !!
 تری تیزی ہے زن زن زن ، تری پھرتی ہے زوں زوں زوں
 کبھی شاعر کہیں پھنکا ، ادیبوں نے کبھی دھنکا
 بنے نقاد جوں جوں جوں ، اڑے ہیں بال توں توں توں
 اگر آیا ترا روگی ، سریزم سخن ہو گی
 جہاں والوں کی کھی کھی کھی ، ظفر صاحب کی روں روں روں



تیرے سہارے رہ گئے
ہم تو کنوارے رہ گئے

اب بھی وہی زر، زن، زمیں
سب بھائی چارے رہ گئے

میرٹ کی بدعت کیا کہوں
آنکھوں کے تارے رہ گئے

لیڈر کی لاری جب چلی
لیڈر کے لارے رہ گئے

اپنا تو پڑا ہو گیا
تیرے چھوہارے رہ گئے

ہم تو تری سرکار میں
جب بھی پدھارے رہ گئے

وہ مار آئے ڈیٹ بھی
ہم ”آپارے“ رہ گئے

تم موج میلہ لے گئے
اب تو گزارے رہ گئے

دیکھی جو دوڑ ارقاء
پاؤں پیارے رہ گئے

محبوب نے جب دُر کہا
بانچھیں کھلارے رہ گئے

جاں ہار تو جاں سے گئے
”بے اعتبارے“ رہ گئے

لیلیٰ کو رانجھا لے اڑا
مجنوں پکارے رہ گئے

ڈنڈا ہے سردارِ جہاں
کمزور سارے رہ گئے

(ناصر کاظمی مرحوم کی غزل کی پیر وڈی)

منے کپڑے بدل کر دندناؤں اور بال بناؤں مس کے لئے
جب کالج جانے کو نکلے ، کالج تک جاؤں مس کے لئے

وہ چانس پہ تھی تو اُس کے لئے اوروں کی بھی ٹی سی کرتے تھے
اب ایسے دیسے لوگوں کو کیوں باپ بناؤں مس کے لئے

جس روپ کا دل پہ جادو تھا وہ دھوپ میں آ کر بہہ نکلا
بے میک اپ چہرہ دیکھ لیا ، اب کیا للچاؤں مس کے لئے

وعدوں کا تو میں قائل ہی نہیں ، جو آ جائے وہ کل ہی نہیں
الو تو نہیں ہوں میں پھر بھی الو بن جاؤں مس کے لئے

ملتان سدھاری تو پھر کیا ، آباد ہے دنیا کا میلہ
موجود ہیں کتنے اور حسیں ، کیوں روگ لگاؤں مس کے لئے

ہمہ خانہ آفتاب

مداراتیں ترے ویروں کا ہی خاصہ نہیں کہ جو
دھناتی کرتے ہیں اور دور لا کر چھوڑ جاتے ہیں
ترے کتوں کو بھی مہمانداری خوب آتی ہے
گلی کے موڑ تک مجھ کو بھگا کر چھوڑ جاتے ہیں

اور اب

عمر بھر آئیڈیل ڈھونڈا کئے
بانٹ نہ پائے چھوہارے ، ہائے ہائے
اب بچے چوائس کہاں جائیں ظفر
ہر کوئی انگل پکارے ، ہائے ہائے

مجبوری

جب سالوں کی آواز بڑھے
جب سر کی پرواز بڑھے
بیوی کے دانت میں کچھ کچھ ہو
اور سالیوں میں بھی گچھ گچھ ہو
جب ساس نہ دیکھے فل اسٹاپ
ایسے میں ضد کرنا ہے پاپ
مت دیکھ، یہ کتنے بونے ہیں
تو گھر داماد ہے سو پیارے
برتن تو تمہیں کو دہونے ہیں

ابتدائی جغرافیہ

یہ دفتر ہے
یہاں ہر شخص افسر ہے
مگر وہ جو مہا افسر ہے وہ ہے نوٹ لکھوں سا
اُسی کا راج ہے ہر جا
جو اس کا کرتا دھرتا ہے، مقدر کا سکندر ہے
یہ دفتر ہے

یہ کالج ہے
یہ پیل آف نالج ہے
یہاں پر طالبان علم کو سکھایا جاتا ہے
کہ آخر ان کتابوں کے خلاصوں کو برتنے کا ہنر کیا ہے
پروفیسر یہاں لیکچر بھی دیتے ہیں
مگر اس اہتمام خاص سے کہ کوئی کچھ بھی نہ سمجھ پائے

جو اسٹوڈینٹ ہیں وہ کاپیوں پر شعر لکھتے ہیں
مریض جاں بلب ہے آپ کہنے کو معالج ہے
یہ کالج ہے

یہ سینما ہے
یہاں ہم جیسے بے فکروں کا میلہ ہے
یہاں پر بالغوں کی فلمیں نابالغ ہی سکتے ہیں
قلوب درد مندوں ہے، پریشانی ہے، سکتے ہیں
یہ ویسی اور بدلیسی تاجران فن کا دھندہ ہے
یہ سینما ہے

یہ تھانہ ہے
یہ لمبی لمبی مونچھوں والے لوگوں کا گھرانہ ہے
ارے کیا پوچھ بیٹھے ہو!
یہاں پر کام کیا چوروں اچکوں کا
وہ رشوت دیتے ہیں اور چھوٹ جاتے ہیں
یہاں پر تیرے میرے ابو مرغا بننے آتے ہیں
یہاں اپروچ والوں کا زمانہ ہے
یہ تھانہ ہے

ساس کو دیکھا تو ہر جی دار پنکچر ہو گیا
گن کے آگے سینہ تلوار پنکچر ہو گیا

عشق کی ہٹی میں ڈاکہ مار کر بھاگے تھے ہم
چوک پر آ کر دلِ غدار پنکچر ہو گیا

راس نہ آئی کسی انگنائی کی آب و ہوا
ہر کہانی میں مرا کردار پنکچر ہو گیا

عزم تھا کہ چھو کے آنا ہے کسی معراج کو
فورچن تھا کہ گلی کے پار پنکچر ہو گیا

آج ہی مورال کی ٹیونگ کرا کر لائے تھے
قیمتیں سن کر مگر یکبار پنکچر ہو گیا

کوئی غربت میں بھی پھولا ہے غبارے کی طرح
کوئی پا کر عزتِ دربار پنکچر ہو گیا

کار تھی مانگے کی لیکن شان تو بن ہی گئی
کار کو دیکھا تو ہر بیکار پنکچر ہو گیا

دل کی ڈکی میں تو اسٹپنی نہیں ہے صبر کی
یہ کہاں آ کر ہمارا پیار پنکچر ہو گیا

ارتقاء کی روڈ پر آ تو گئی ہے زندگی
جی حضوری سے مگر پندار پنکچر ہو گیا

ہم گلوکاری کا موٹر وے سمجھتے تھے اُسے
جس حلق میں آن کر ملہار پنکچر ہو گیا

بے گناہی پر بھی لٹرولا گیا ہے رات بھر
جا کے تھانے میں ہمارا یار پنکچر ہو گیا

شام کو اپنے دولہا کے ساتھ نکلی تھی کہیں
دیکھ کر گلزار کو گلزار پنکچر ہو گیا

اک ذرا جو ڈوکرائے کھیل بیٹھے تھے رقیب
سر ہمارا برسر بازار پنکچر ہو گیا

کس طرح چلتا یہاں کی ڈب کھڑی روڈ پر
کار کا ٹائر تھا کچھ خودار پتھر ہو گیا

خطہ لاہور سے منجوا کے لایا تھا زباں
جب سنے مجھ سے مرے اشعار پتھر ہو گیا



شکاری

چلے تھے شیر کے شکار کے لئے
مگر وہ گیٹ سے پلٹ کر آ گئے
یہ بڑبڑا رہے تھے وہ
پڑوسیوں کو کیا کہیں
سگانِ جانگوس کو !
کھلا ہی چھوڑ دیتے ہیں

تم

تیرے وعدوں پر یقین آتا ہے کم
جھوٹ کا طومار لگتے ہو مجھے
ہانکتے ہو اس قدر بے پر کی تم
شام کا اخبار لگتے ہو مجھے

کس نام سے پکاروں

مدتوں کے بعد دو ناکام عاشق جب ملے
خوگرِ حالات ہونے میں مصیبت پڑ گئی
رشتہ و القاب باہم طے ہوئے یا نہ ہوئے
اُن کے بچوں کو مگر ماموں ملا، پھوپھی ملی

پنگی میری ہے!

یارو ! مجھ سے اس بارے میں ایویں ہی پنگا نہ لو

تم سب دور ہٹو!

پنگی میری ہے !!

تم ہو کون جو پنگی کے ننوں پہ آہیں بھرتے ہو

اس کے جلوؤں پر مرنے کا کس نے دیا ہے حق تم کو

دیکھو دیکھو ایسی باتیں کر کے میرے منہ نہ لگو

تم سب دور ہٹو!

پنگی میری ہے !!

پنگی کے کالج کے باہر کیوں منڈلاتے ہو جا کر

اور کسی ٹیار کا سینڈو تم کو پھینٹ نہ دے آ کر

اپنا نہیں تو اپنے ”ماپے“ کی عزت کا پاس کرو

تم سب دور ہٹو!

پنگی میری ہے !!

اس کی آنٹی میرے گھر کے عین برابر رہتی ہے
اس کی ماما ہنستی ہے تو مجھ کو ناٹی کہتی ہے
تم سے تو گل بات نہیں ہے، تم کیوں بیچ میں گھستے ہو
تم سب دور ہٹو!

چنگی میری ہے !!

اس کی چچی میں جو چھلا ہے وہ میں دیا اُسے
اس کے ہاتھ میں جوریکٹ ہے، میں نے پریزنٹ کیا اُسے
اس کی خاطر اس کے پیو کے ناز اٹھائے ہیں سو سو
تم سب دور ہٹو!

چنگی میری ہے !!

کل کو اس نے دلہن بن کر میرے گھر میں آنا ہے
میرے حصے کی شامت ہے، میرا تانا بانا ہے
بہتر ہے کہ آج سے اس کو بہن کہو، بھابھی سمجھو
تم سب دور ہٹو!

چنگی میری ہے !!



آپ جن کے قریب ہوتے ہیں
وہ ہمارے رقیب ہوتے ہیں

اُن کو میک اپ کا نور چہ معنی
جن کے دل ہی مہیب ہوتے ہیں

بل جو دیکھا تو بلبلا اٹھا
کتنے قاتل طیب ہوتے ہیں

بولتے ہیں جو دور نو میں سچ
وہ عجیب و غریب ہوتے ہیں

کتنے کوؤں کو ہے غلط فہمی
روکش عنذیب ہوتے ہیں

جاب ملتی ہے اُن کو کٹم میں
جو ذرا خوش نصیب ہوتے ہیں

ڈھیٹ پن ہے کہ اس زمانے میں
لوگ شاعر ادیب ہوتے ہیں

پالا رقیب سے جو ترے گھر میں پڑ گیا
جو دل کا درد تھا وہ مرے سر میں پڑ گیا

میں بھی شکار ہو گیا تیر نگاہ کا
ایک اور نام اُن کے رجسٹر میں پڑ گیا

--ق--

افسانوی محبتیں افسانہ کر گئیں
خاتون کا نصیب تو چکر میں پڑ گیا

آئیڈیل کا بھوت کسی کا نہ ہونے دے
اختر میں گھس گیا کبھی انور میں پڑ گیا

جن کو مرے نصیب بھی سنہر نہ کر سکے
ایک ایسا سین ذیست کی پکچر میں پڑ گیا

کیوں میرے حال زار کی اُس کو خبر نہیں
کیا کوئی نقص دیدہ دلبر میں پڑ گیا

آیا تھا شیخ توبہ کئے ، وعظ کے لئے
محفل میں تیری اور ہی چکر میں پڑ گیا



نیند پر نہ مار شبنوں یار آدھی رات کو
سن نہیں سکتا ترے اشعار آدھی رات کو

ضد ہوئی ہمسائے کو کیسی مری ملہار سے
روز ہو جاتی ہے کیوں تکرار آدھی رات کو

آپ کے اجداد کا پیشہ تو اسمگلنگ نہ تھا
آپ جاتے ہیں کہاں سرکار آدھی رات کو

کیا کہوں کوئی حسینہ کیوں مرے ہر خواب میں
ڈال دیتی ہے گلے میں ہار آدھی رات کو

نو سے بارہ دیکھنے کے شوق میں اندر ہوا
مل گیا تھا ایک تھانیدار آدھی رات کو

چپ چپتے کاٹ لیں جمعہ مبارک کس لئے
آؤ دیکھیں مل کے وی سی آر آدھی رات کو

خان صاحب دردِ دل کہنے کو جائیں تو کہاں
یاد آ جائے اگر نسوار آدھی رات کو

خواب میں آخر اُسے لے آئے راہِ راست پر
پی رہے ہیں شربتِ دیدار آدھی رات کو

آج تو اپنے ہی گھر میں داخلہ دشوار ہے
بن گئی بیگم مری تاتار آدھی رات کو

پی کے نزلے کی دوائی (دختِ رز) اٹے ہوئے
بڑھ گئی تھی اک ذرا مقدار آدھی رات کو

اس پن اسٹروک کا حملہ نہ ہو چارہ گرو !!
چاند لگتا ہے مجھے بیمار آدھی رات کو

ہو گیا ہے فرقتِ رشوت کا ڈپریشن مجھے
جاگتا ہوں صورتِ زردار آدھی رات کو

ایک ہی مصرع کہا تھا میرے کتے نے ظفر
کس قدر بھونکے گئے اشعار آدھی رات کو

آخر کب تک پاپ میاں
دھر دے فل اسٹاپ میاں

جس کی لاٹھی اُس کی بھینس
اب بھی سے کی تھاپ میاں

مجھ کو نصیحت کرتا ہے
اور فضیحت آپ میاں

رقصِ عریاں زندہ باد
باقی فلم فلاپ میاں

خود بونا ہو جائے گا
میرا قد نہ ناپ میاں

شاعر تو اک چمپنی ہے
شعر ہیں دل کی بھاپ میاں

پی آر

ایک شاعر مجھ سے فرمانے لگے
شعر گوئی آپ پر چھتی نہیں
آپ کو شاعر کوئی کیسے کہے
آپ کی پبلک ریلیشن ہی نہیں

اس حمام میں

طمع کس کی ہے جو خفتہ ہے اب تک
نظر کس کی ہے جو کافی نہیں ہے
کرپشن سب کی ظاہر ہو چکی ہے
یہ ٹوپی اب سلیمانی نہیں ہے

ہمشکل

میرا ہمشکل تھا کس قدر
فوت تو میں ہوا تھا مگر
اُس کو لوگوں نے دفن دیا

سیلاب

گھر گیا ہے ہر کوئی سیلاب میں
 ہنس رہی ہے بیکسی سیلاب میں
 آنکھ ماری تھی زمیں کو چرخ نے
 منہ چھپا کر رہ گئی سیلاب میں
 آنسو باراں کا اسکیٹڈل بنی
 حشر سے وابستگی سیلاب میں
 اس قدر بادل کبھی مچلے نہ تھے
 کیوں بدل لی تیوری سیلاب میں
 ہائے تندرلیوں کی غنڈہ گردیاں
 چار دیواری چلی سیلاب میں
 مٹ گیا فرق مکان و لامکان
 چھت مکان کی گر پڑی سیلاب میں
 سارا پاکستان سوئمنگ پول ہے
 شوق فرمائیں انی سیلاب میں

کچھ بجز لنگوٹ باقی نہ رہا
 تیرتا ہے سینٹھ بھی سیلاب میں
 ہر کوئی لگتا ہے آبی جانور
 خان ہو یا چودھری سیلاب میں
 آگئی بہ حیلہ ریلیف کیمپ
 پھر سیاست کلمونہی سیلاب میں
 پھر رہی ہے لے کے ہیلی کاپٹر
 ہر طرح کی لیڈری سیلاب میں
 دیر جب فوٹو گرافر کو ہوئی
 رک گئی امداد بھی سیلاب میں
 ٹھیکیداروں کی تو چاندی ہو گئی
 بہہ گئے گھپلے سبھی سیلاب میں
 ہم پٹنگ پر بیٹھ کر ملنے گئے
 وصل کی ٹھہرائی تھی سیلاب میں
 -- ق --

صورتِ ملکی معیشت کیا کہوں
 کس قدر مرل ہوئی سیلاب میں

چال تھی پہلے ہی کچھوا مارکہ
اور بھی دھوڑ بنی سیلاب میں

دل کو کب آتا ہے نچلا بیٹھنا
سوچتی ہے شاعری سیلاب میں
بہ گئے گھر بار تو بزمِ سخن
ایک ٹیلے پر جمی سیلاب میں



چلو اک بار پھر سے۔۔۔

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں

تو انٹرنیٹ کھولے اور چیٹنگ روم جا پہنچے
کسی رومانوی چینل پہ ہوں میں منتظر تیرا
بڑے ہی مان سے تجھ سے میں پوچھوں تیرا اے ایس ایل
تو لکھے سترہ برسوں کی ، وطن انگلینڈ ہے میرا

میں لکھوں بیس کا سن ہے ، میں ٹورانٹو میں بیٹھا ہوں
یہیں اک اشتہاری کمپنی میں جاب ہے میری
تو لکھے میں نمائی ہوں ، ادب سے شغل رکھتی ہوں
میں لکھوں ہائے اُف اللہ ، تہی تو خواب ہے میری

تو لکھے کیٹس اور ٹیگور پر میں جان دیتی ہوں
میں لکھوں کون ہیں یہ جو رقابت پر ہیں آمادہ
تو لکھے آنجہانی ہیں ، بڑے معروف شاعر تھے
میں لکھوں پارڈن می ، کیا سمجھ بیٹھا تھا میں سادہ

بہت سی ہم میں باتیں ہوں ، بہت سی فقرہ بازی ہو
بہت سے جھوٹے افسانے کہیں اک دوسرے سے ہم
یوں اک دوجے میں کھو جائیں ، بھلا دیں ساری دنیا کو
بھلا دیں وقت کی ظالم حقیقت کو سرے سے ہم

بھلا دیں وقت کو ایسے ، خبر نہ ہو سکے یکسر
یونیورسٹی سے بیٹا اور بیٹی لوٹ آئے ہیں
تو اُن کی کھلکھلاہٹ سن کے سی پی یو کو شٹ کر دے
انہیں معلوم ہے ماں باپ نے جو گل کھلائے ہیں

ہمیں وہ لیلیٰ مجنوں کہہ کے چھیڑیں اور ہم بوڑھے
بہت جھینپیں ، جوانوں سے بہت شرمائیں ہم دونوں
مگر جب اگلا دن آئے ، یہی تم سے ہو فرمائش
چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں

(مرحوم قتیل شفائی کی غزل کی بیروڑی)

اپنے نوٹوں کی ہواؤں میں اُڑا لے مجھ کو
میں ہوں لوٹا تو نصیب اپنا بنا لے مجھ کو
میں محرر ہوں تو چل مجھ سے بچا کر دامن
میں جو افسر ہوں تو پنا سے ملا لے مجھ کو
میں کھلی بوری میں رکھا ہوا گڑ ہوں پیارے
پاؤ دو پاؤ کبھی تو بھی منگا لے مجھ کو
ایک دو نوٹ ادا کر کبھی میری خاطر
تو کبھی کال تو کر بھولنے والے مجھ کو
مجھ سے تو پوچھ رہا ہے کہ کرپشن کیا ہے
یہ تری سادہ دلی مار نہ ڈالے مجھ کو
تو نے دیکھا نہ کبھی توند سے آگے کچھ بھی
ڈرتا رہتا ہوں کسی روز نہ کھا لے مجھ کو
لاکھ دو لاکھ ہیں کیا ، بنک ہی کھا جاؤں ظفر
شرط یہ ہے کوئی تھانے سے بچا لے مجھ کو

ہوشیار باش

کسی لڑکی کو مت چھیڑو!
وہ غصے میں پلے کو بلا لائی تو پھر بھی خیر ہے لیکن
کسی قاضی کو لے آئی تو کیا ہوگا؟؟

جوشکلیں پیاریاں ہیں

ملع کاریاں ہیں

سیاستداں وہی ہیں

ایکشن باریاں ہیں

بہت سے دوستوں کی

زبانیں آریاں ہیں

ادھر غھینگے پہ ٹھینگا

ادھر دلداریاں ہیں

ابھی بے لفظیا ہوں

ابھی لاچاریاں ہیں

یہ تھانوں تھان کپڑا

کسی کی ساریاں ہیں

اُسی میں عقد بھی ہے
جو ضربیں کاریاں ہیں

مہاجر ہیں دلوں کے
گو سکنہ کھاریاں ہیں

اڑنگی کیوں نہ دیتے
تعلق داریاں ہیں

لگا رکھا ہے آگے
مگر بیچاریاں ہیں

میانِ چین و جیکٹ
یہ کیوں شلواریاں ہیں

دیانتداریاں بھی
نری بیماریاں ہیں

ظفر کی نفز گوئی
عجب کت کاریاں ہیں

بجٹ کی آمد

ہوئی تیار نوکر شاہی پھر سے
دکھانے کو کرامت آرہی ہے
بجٹ کا صور پھونکا جا رہا ہے
گرانی کی قیامت آرہی ہے

تازہ اخبار

یہ قتل یہ فساد یہ ڈاکے یہ حادثے
اخبار دیکھ کر مجھے چکر سا آ گیا
کیا واقعی یہ آج کا اخبار ہے ظفر
یا تو کسی وکیل کی فائل تھما گیا

آپ یا ہم ہیں کہاں قوال ہیں ، جتنے بھی ہیں
ترجمانِ حضرت اقبال ہیں ، جتنے بھی ہیں

سچ کو سب نے جھوٹ کہنا ہے ، اگر کمزور ہے
جو ہے طاقتور ، اسی کے نال ہیں ، جتنے بھی ہیں

مفت میں تو فیرونی پر رال پکاتے نہیں
طالعِ یاراں رہیں دال ہیں ، جتنے بھی ہیں

اک ذرا گھریار کے ہو لیجئے پھر دیکھئے
رہ نہ پائیں گے جو سر پر بال ہیں ، جتنے بھی ہیں

ناک ان سے غیر کی اولاد کیوں پونچھا کرے
تحفتاً میرے دیے رومال ہیں ، جتنے بھی ہیں

روز شیشہ توڑ دیتے ہیں ہمارے ظرف کا
بال بچے جان کا جنجال ہیں ، جتنے بھی ہیں

تو دلہن بنے چلی تھی ایک پنڈی وال کی
تیرے سرے کس لئے چکوال، ہیں جتنے بھی ہیں

دیکھنا آخر کو افلاطون بھی پھنس جائے گا
حسن والوں کے سنہرے جال ہیں، جتنے بھی ہیں

آپ ان میں سے کسی پر بھی عمل کرتا نہیں
دل لبھاتے یار کے اقوال ہیں، جتنے بھی ہیں



ہر دولتی کی حکایات نہیں کہتے ہیں
یار مارے تو اُسے لات نہیں کہتے ہیں

تم جو بھگتے کو آجاتے ہو رسم دنیا
ایسے ملنے کو ملاقات نہیں کہتے ہیں

ہم سنا آتے ہیں حالات زمانے بھر کے
وہ جو کہنی ہو وہی بات نہیں کہتے ہیں

جانے کب کون کہاں غوطہ زنی کر جائے
سب کی ہمراہی کو ہم ساتھ نہیں کہتے ہیں

سچ کو سچ کہنے کے اوقات مقرر کر لو
ایک ہی بات تو دن رات نہیں کہتے ہیں

سالیان، ساس، سر، سالے سبھی غم پالے
تم سے لیکن سبھی صدمات نہیں کہتے ہیں

آفریں کہئے اگر بازیگروں کا فن ہے
ہو سیاست تو کمالات نہیں کہتے ہیں

جو مفادات کے انڈوں سے نکالے جائیں
ایسے چوزوں کو نظریات نہیں کہتے ہیں

ہاتھ ہے قوم کے لیڈر کا سوچگچی پہ رہے
ہم سوالات و جوابات نہیں کہتے ہیں

نظر انداز کیا جاتا ہے خراٹوں کو
کیوں انہیں قومی نشریات نہیں کہتے ہیں

لفٹ دیتی نہیں کڑیاں سو کنوارے ہیں ہم
اپنی دانش کی کرامات نہیں کہتے ہیں

کیسے سمجھے گا یہ امریکا بہادر ، ہائے !
ہم ہیں انساں ، ہمیں حشرات نہیں کہتے ہیں

ہم نے لکھے ہیں اگر شعر وغیرہ اُن پر
تم کہو ، وہ تو خرافات نہیں کہتے ہیں

--ق--

ہیں سو پانچ میں مانگی تھی دعائے رحمت
اور امریکا کو سوغات نہیں کہتے ہیں

اب کے کیا جانے بلا کون سی اترے ہم پر
سال نو ہم تو مناجات نہیں کہتے ہیں

آپ کھائیں گے اڑگی تو سمجھ جائیں گے
ہم ابھی صورتِ حالات نہیں کہتے ہیں

ہم نے مانا کہ ظفر شادی شدہ ہو، پھر بھی
زندگانی کو حوالات نہیں کہتے ہیں



وہ خود کو یوسف ثانی کہیں تو لوگ کیا مانیں
جنہیں بندر کہا جائے تو بندر بھی برا مانیں

لغت کی رو سے ہم جس کو شترغزہ بھی کہتے ہیں
مزاج یار میں ہو تو ادائے دلکشا مانیں

حسینوں نے تو جیسے یہ تہیہ کر کے رکھا ہو
فدا جن پر بھی ہوں ہم کو وہی کھسکا ہوا مانیں

وہ طوطے کی طرح ہم سے نگاہیں پھیر لیتی ہے
مگر کس دل سے ہم اُس بے وفا کو بے وفا مانیں

ذرا لتروں ہو جائے تو تجھ پر مرنے والے بھی
وفا کو جرم ٹھہرائیں ، محبت کو خطا مانیں

زمانہ نو میں لگتا ہے ، یہی فیشن کی منطق ہے
ترے فطری لبادے کو لباسِ فاخرہ مانیں

جنہیں پانی نہیں ملتا انہیں تم عطر دیتے ہو
جنہیں روٹی نہیں ملتی وہ آئی ٹی کو کیا مانیں

سمجھتے ہیں مال ہڈ حرامی ناسپاسی ہے
زمانے سے تقاضہ ہے ہمیں ہم سے سوا مانیں

نہیں کہ پاپ موسیقی سے ہی پرہیز کرتے ہیں
کلاسیکی بھی سن لیں تو اُسے بھی ہم سزا مانیں

خدا کی شان کہ جس نے ہمیشہ ہم کو لوٹا ہے
اُسی کو رہنما جانیں ، اُسی کو ناخدا مانیں

ظفر ہم پھاٹکتے ہیں تو یہ آنکھیں ٹھہر جاتی ہیں
بھلا جمہوریت کے زہر کو کیسے دوا مانیں



غریبوں کی محبت کا بھی کوئی ریٹ ہوتا ہے
سے ہو بھی خوشی کا تو ہمیشہ لیٹ ہوتا ہے

فسانہ حجرہٴ دل کا اسیر غم سنائے کیا؟
درپچہ اس میں ہوتا ہے نہ کوئی گیٹ ہوتا ہے

کوئی جذبہ ہے ایسا بھی جو مر سکتا نہیں ہرگز
کوئی فیشن ہے ایسا بھی جو اپ-ٹو-ڈیٹ ہوتا ہے

نیام ذات میں رکھتا ہے جو شمشیر خودداری
جہادِ زندگانی میں سدا لیلیٹ ہوتا ہے

یہ بھاری بھاری توندیں تو امیروں کو مبارک ہوں
غریب شہر کی تقدیر میں تو پیٹ ہوتا ہے

ظفر اک منچلا ارمان دم لینے نہیں دیتا
کبھی افسانہ بنتا ہے کبھی سانیٹ ہوتا ہے

ایک گنوار اور سپاہی

(علامہ اقبالؒ کی شہرہ آفاق نظم ”ایک پہاڑ اور گہری“ کی پیروڈی)

کوئی گنوار یہ کہتا تھا اک سپاہی سے
تجھے ہو شرم تو یوں نہ اکڑ کے بات کرے

ذرا سا عہدہ ہے اس پر غرور، کیا کہنا
یہ عقل اور یہ سمجھ، یہ شعور، کیا کہنا

خدا کی شان ہے ناچیز چیز بن بیٹھا
تو کیا سمجھ کے مجھے بدتمیز بن بیٹھا

تری بساط ہے کیا میری شان کے آگے
تجھ ایسے باندھ کے رکھتا ہوں تھان کے آگے

جو بات مجھ میں ہے تجھ کو بھلا نصیب کہاں
میں چوہدری کہاں، تو عام سا غریب کہاں

کہا یہ سن کے سپاہی نے منہ سنبھال ذرا
یہ کچی باتیں ہیں دل سے انہیں نکال ذرا

میں چوہدری نہیں تیری طرح تو کیا پروا
 نہیں ہے تو بھی تو مجھ جیسا بادشاہ بندہ
 ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
 جو میں پلس میں ہوں تو یہ بھی اُس کی حکمت ہے
 بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اُس نے
 مجھے بھی تجھ سے نمٹنا سکھا دیا اُس نے
 قدم اٹھانے کی ہمت نہیں ذرا تجھ میں
 جو میں نہ چاہوں تو جرات نہیں ذرا تجھ میں
 یوں اپنی مونچھ کے کنڈل سے نہ ڈرا مجھ کو
 اِس اپنے چھکڑے کا لیسینس تو دکھا مجھ کو
 اگر نہیں ہے تو کر چھیتی مک مکانے میں
 کوئی بڑا نہیں رہتا ہے ورنہ تھانے میں



شرافت وغیرہ

دفاتر کی دنیا میں وہ سرخرو ہیں
جو کھاتے ہیں رشوت کی دولت وغیرہ
یہاں دوسرا نام ہے بزدلی کا
دیانت وغیرہ ، شرافت وغیرہ

سرزنش

شریفوں کے نہیں ہوتے ہیں یہ لچھن
کہہ دیتا ہوں تجھ سے گالیاں نہ دے
میں تیرے کان جڑ سے کھینچ ڈالوں گا
ابے آلو کے پٹھے گالیاں نہ دے !

(فانی بدایونی مرحوم کی غزل کی پیروڈی)

کب معمہ ہے سمجھنے کا یا سمجھانے کا
 ساس تو نام ہے اک ذیت کے ہر جانے کا
 زندگی خوش ہے تری ذلف میں پھنسوا کے مجھے
 ڈھونڈتی ہے کوئی حیلہ مجھے لڑکانے کا
 تو نے دیکھا کبھی گرگٹ کو بدلتے ہوئے رنگ
 کبھی دیکھو ناں تماشہ کسی یارانے کا
 اب اسے عقد کی سولی پہ چڑھا دے ماسی
 یونہی پھرنا نہیں اچھا ترے عرفانے کا
 زاہد و رند مباحث میں پڑے رہتے ہیں
 سلسلہ لوٹے سے ملتا تو ہے پیانے کا
 ہر نفس بابور خستہ کا گواہی ہے ظفر
 نوکری نام ہے مرمر کے جئے جانے کا

جھوٹ

میرے باس نے بولا جھوٹ سچ سے بھی ہے سچا جھوٹ
 چنے مکھڑوں کی خوبی جیسی رنگت ویسا جھوٹ
 کیوں نہ پوت وکیل بنے بکتا ہو جب ابا جھوٹ
 کھڈے ڈال بزرگی کو کاروبار میں ہو گا جھوٹ
 شیخ طہارت کے قائل جھوٹ بھی ان کا ستھرا جھوٹ
 لیڈر کی تقریر سنی توبہ کتنا جھوٹا جھوٹ
 میرا عشق مرا دھوکہ تیرا وعدہ تیرا جھوٹ
 میک اپ صاف بتاتا ہے حسن تمہارا پکا جھوٹ
 سب کے دل کو لگتا ہے سچے لوگوں والا جھوٹ
 شعر سنے تو چلایا بول رہا ہے سالا جھوٹ
 غیبت کیا کرتے ہو ظفر
 شاعر آپ سراپا جھوٹ

شرارت

باپ بلوچی
ماں پنجابی
لیکن دیکھ شرارت اُس کی
آکر میرے صوبے میں وہ پیدا ہوا ہے

وجہ

بیوی بولی

طنز و طعن کا مرکز کا ہے کو عورت ہے
پاگل خانوں میں تو مردوں کی کثرت ہے

شوہر بولا

اس سے ظاہر ہو جاتا ہے
کون کسے پاگل کرتا ہے

رقیبوں سے ترے کوچے میں مجلس کر کے رہتے ہیں
دماغوں میں خرابی ہو تو سروں کر کے رہتے ہیں

شبِ وعدہ تو ملنے آ نہیں سکتے مگر پھر بھی
سیاسی لیڈروں والے پرامس کر کے رہتے ہیں

ہماری ٹیم کے لڑکے مسوں کے بن گئے خادم
کہ جو بھی گول کرنا ہو اُسے مس کر کے رہتے ہیں

رکیں تو ہم سا کابل کوئی دنیا میں نہیں لگتا
چلیں تو منزلِ مقصود کو کس کر کے رہتے ہیں

محبت کی شرارت ہو یا شادی کی حماقت ہو
ہمیں جس کام سے روکے چھٹی حس، کر کے رہتے ہیں

دلوں کے تخت اپنے لیڈروں کو پیش کرتے ہیں
مگر جب موج میں آئیں تو ڈمس کر کے رہتے ہیں

بسا اوقات ہم کو نیند آ جاتی ہے گھر میں بھی
بسا اوقات ہم گھر کو بھی آفس کر کے رہتے ہیں

ظفر ہمت نہ ہاریں گے کسی کی لن ترانی سے
ہم ایسے لوگ ہیں جو دیٹ کو دس کر کے رہتے ہیں



کسی درزی سے خطا ہو جائے
نئے فیشن کی بناء ہو جائے

دل بدستور ہے تم پر لٹو
اب تو بالغ یہ ذرا ہو جائے

وہ جو لگتی ہے تمہیں ایویں سی
وہی میک اپ سے بلا ہو جائے

جج پھنس جائے ٹریفک رش میں
کسی لاڑے کا بھلا ہو جائے

اُس کا جھانپڑ بھی ہے تھکی جیسا
جس کے ہاتھوں میں شفا ہو جائے

روٹھتا ہے تو مرے ٹھیکے سے
ہو رہا ہے تو خفا ہو جائے

سانولا پن ہے رہیں میک اپ
ورنہ بالکل ہی توا ہو جائے

جھوٹ بکنے میں ہے ماہر خاصا
قوم کا راہنما ہو جائے

جواب مل جائے اگر کٹم میں
سات پشتوں کا بھلا ہو جائے

بڑھنے دیجے نہ گرانی اتنی
بے ایمانی بھی روا ہو جائے

دوسری بار نہیں پوچھوں گا
آپ راضی بہ رضا ہو جائے

سب حسینوں سے تعلق رکھئے
جانے کب کس سے وفا ہو جائے

کھا رہا ہوں ترے غم میں بھٹے
ایکا ایکی مجھے ”تا“ ہو جائے

تیرے پاپا سے مجھے کہنا ہے
تیری نسبت سے مرا ہو جائے

وہ جواب ڈوب چلا، دور دفع !
چڑھتے سورج کی ثنا ہو جائے

ہو چلا ہوں میں دلہن کو پیارا
میرے حق میں بھی دعا ہو جائے

اب دوائی نہیں ملتی اصلی
درد ہی بڑھ کے دوا ہو جائے

وعدہ وصل بجٹ کی صورت
حاصل بیم و رجا ہو جائے

عقل کی غوطہ زنی فرمائیں
ناوک چشم خطا ہو جائے

ایسے کلجک میں مناسب ہو گا
ہر کوئی چکنا گھڑا ہو جائے

یونہی بیکار نہ بیٹھو یارو !!
کچھ نہیں ہے تو جوا ہو جائے

ہم ہیں شرفاء سو رہیں گے بزدل
جو برا ہے وہ بڑا ہو جائے

پھیل جائے یہ مرض دنیا میں
حق پرستی بھی وباء ہو جائے

جب اُسے شعر سنانے بیٹھوں
کون جانے اُسے کیا ہو جائے



(پروین شاکر مرحومہ کی غزل کی پیر وڈی)

ٹوٹے کسی کی نیند، مگر تم کو اس سے کیا
کرتے رہو خراٹے نشر، تم کو اس سے کیا

تم روز روز سینڈل بکف گھومتی رہو
پھٹ جائے میرے یار کا سر، تم کو اس سے کیا

تم کو مری سوات کی سیروں سے ہے غرض
پنڈی میں جی نہ پائے بشر، تم کو اس سے کیا

اوروں کا ہاتھ تھامو، مجھے ٹھیکے پر دھرو
میں چوز کرلوں کوئی سر، تم کو اس سے کیا

تم نے تو بیڈروم میں اے سی لگا لئے
چٹخے ہماری ٹنڈ ظفر، تم کو اس سے کیا

ہاٹ لائن

اک حسن کی دیوی سے مجھے پیار ہوا تھا
دل اُس پہ فدا چار بٹا چار ہوا تھا

ہر روز مسخر پہ وہ کرتی تھی مجھے تا
پابندی سے میں نیٹ پہ لاگ ان ہوا کرتا
چینگ کا مجھے بھی تھا اُسی کی طرح چکا
گھنٹوں بنا کرتا تھا میں الو بلا ناغہ

کیا شوق تھا میں جس میں گرفتار ہوا تھا
اک حسن کی دیوی سے مجھے پیار ہوا تھا

میں نے تو بتایا تھا کہ میں ہوں فراموشی
تصویر کسی گورے کی ای میل بھی کی تھی
اُس نے بھی جواباً مجھے تصویر جو بھیجی
لگتی تھی کسی فلمی اداکارہ کی کاپی

کیا جانے مری عقل کو کیا یار ہوا تھا
اک حسن کی دیوی سے مجھے پیار ہوا تھا

چینگ کو بہت ”نک“ تھے اگرچہ سر یا ہو
طاری تھا فقط ”ناز اٹھارہ“ کا ہی جادو
یکطرفہ نہ تھی میری محبت کسی پہلو
اُس نے بھی کئی بار کہا تھا مجھے ”لو یو“

احساس کا جذبات کا اظہار ہوا تھا
اک حسن کی دیوی سے مجھے پیار ہوا تھا
کچھ روز کٹے یونہی برا وقت جب آیا
ظالم نے مجھے باتوں ہی باتوں میں بتایا
بیٹے کے لئے مانگ چکا ہے مرا تایا
لے جائے گا منگل کو مجھے اللہ وسایا

مت پوچھ کہ کیا سُن کے یہ یکبار ہوا تھا
اک حسن کی دیوی سے مجھے پیار ہوا تھا
میں نے کہا وہ وعدے وہ قسمیں وہ محبت
کہنے لگی سمجھو کہ حماقت تھی حماقت
طے کر سکو پیرس سے جو پنڈی کی مسافت
دیتی ہوں تمہیں شادی میں شرکت کی میں دعوت

پھر اُس کا پتہ پڑھ کے میں بیدار ہوا تھا
اک حسن کی دیوی سے مجھے پیار ہوا تھا

وہ حسن کی دیری تو پڑوسن مری نکلی
 تو لڈو جو کھائے تھے وہ مٹگنی تھی اُسی کی
 چکر مجھے دیتی رہی بلقیس کی بچی
 تصویر جو بھیجی تھی اداکارہ کی ہی تھی
 میں کیسے گدھا بننے پہ تیار ہوا تھا
 اک حسن کی دیوی سے مجھے پیار ہوا تھا
 وہ اب بھی اسی نک سے مجھے کرتی ہے ہیلو
 ظفرا ہوں یہ میں نے بھی بتایا نہیں اُس کو
 موضوع خن اللہ وسایا بھی ہے اب تو
 وہ اللہ وسایا کہ مرا یار بھی ہے جو
 ہنستا ہوں کہ کیا تیر تھا جو پار ہوا تھا
 اک حسن کی دیوی سے مجھے پیار ہوا تھا



معمولات

اپنے وطن میں کون سی انہونی بات ہے
دیکھا نہ کیجئے یونہی چشمہ اُتار کے
ایسے بھی مہربان ہیں اپنی پولیس میں
نوٹوں کو کاغذات سمجھتے ہیں کار کے

بیوی کی دہائی

مصارف بجٹ سے سوا ہوں تو ہوں
ستمگار شوہر کو پروا نہیں
اُٹھے ہیں کسی یار کے لُنج پر
یہ بیوی کی شاہنگ کا خرچہ نہیں

آپ جسکے سامنے سرتاج سے ”اوئے“ ہوئے
پوچھتی ہے رات بسرائی کہاں موئے ہوئے

اوئی بس میں گھسے تھے یا کسی پنڈال میں
ناک بھی چپٹی ہوئی، چہرے پہ بھی ٹوئے ہوئے

کر رہے تھے ٹیکس والے تاجروں سے ناکرا
دیکھ کر آیا ہوں میں کٹے کئی چوئے ہوئے

شہر تو بس دو طرح کے رہ گئے ہیں ملک میں
یا دھوئیں میں گمشدہ یا گرد میں کھوئے ہوئے

کیا خبر کہ وقت نے ماری ہیں کتنی جوتیاں
ہم تو روزِ آفرینش سے ہیں ”ٹن“ سوئے ہوئے

ہر دفعہ ہونگ ہوئی اُن پر سرِ بزمِ سخن
ہر دفعہ موصوف آٹکے ہیں منہ دھوئے ہوئے

میری طرح تو بھی ذرا شادی رچا گھربار کر
یعنی مرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ بیگار کر

کھل جا بوقت گفتگو ، کاہے کو ہکلاتا ہے تو
دل کا فسانہ چھیڑ دے ، گلنار کو گلنار کر

مسٹر سے پنڈو ہیں بھلے ، رکھتے نہیں تو ندیں کے
مت پڑ عذابوں میں ارے ، پتلون کو شلوار کر

رکھ دے ثقافت کی بناء ، سب کا اسی میں ہے بھلا
ڈھولک بجا ، تانیں اٹھا ، اس قوم کو بیدار کر

مکھی اگر بیٹھے کہیں ، گالوں پہ آ کے ہمنشین !
منہ لال کر لیتے نہیں یونہی طمانچے مار کر

ہو رائگ نمبر تو وہیں ، کہہ دے کہ کوئی گل نہیں
آواز ہو گر دلنشیں ، دل کھول کر تکرار کر

سرکار کی ہے پالیسی ، پہچان سِرّ زندگی
یونہی اٹھا نہ ٹوکری ، کشکول کو دستار کر

ممکن نہیں تجھ سے کہ تو ہر داغِ عالم دہو سکے
لیکن جو تجھ سے ہو سکے ، اے صاحبِ کردار کر

شوقِ سخن میں یوں نہ چر ، ہر آتے جاتے پر نہ گر
غزلیں سنائی ہیں تو پھر ، نوکر کوئی ماہوار کر



گزرتے ہوئے یوں تو کھنگے سبھی تھے
حمامِ اسمبلی میں ننگے سبھی تھے

مذمت کی تحریک کیا پیش کرتا
تو بے شرم تھا تو تلنگے سبھی تھے

مجھے لات پیچھے سے کس نے جمائی
مرے قافلے میں تو چنگے سبھی تھے

محبت کو بکواس گردانتے ہیں
سو اُن کی نظر میں لفنگے سبھی تھے

مری جان! تو شمع دیدہ تھی کس کی
مری جان! تیرے پٹنگے سبھی تھے

وضعدار گو آج بن تو رہے ہیں
زمانے کے ہینگر پہ ننگے سبھی تھے

محبت ، رقابت ، سیاست ، شرارت
میں کالج میں تھا تو یہ پنگے بھی تھے

پئے وصل ہفتے کا اک روز ہی کیوں
ترے عاشقوں نے تو منگے بھی تھے

یوں کرنے کو کرتے رہے سب بھروسہ
مگر یار لوگوں کے ڈنگے بھی تھے

انکیشن میں آئے تھے معصوم بن کر
مگر نیتوں کے ترنگے بھی تھے

ظفر ہی نہ بابو کے گیٹ اپ سے نکلا
ترے آستان پر ملنگے بھی تھے



مماثلت

میرا محبوب بھی آیا نہ ہو واشگتن سے
اپنی خو بو میں اُسی خطہء بیداد سا ہے
بند ہوتا ہے تو عاشق پہ ہی ہوتا ہے ظفر
اُس کا دروازہ بھی امریکا کی امداد سا ہے

البحن

سعادت ہے کہ اس مہنگائی میں بھی
خدا نے جراتِ ایمانی دی ہے
مگر میں نے کیا قربان بکرا
یا بکرے نے مری قربانی دی ہے

رو لے کا رولا (بالغ بے)

لایا ہے رولا
موٹر کرولا
بیگم نے جل جل
سر میرا کھولا

کہتی ہے کہ تو
ازلی کھٹو
تیرے کنے ہے
سائیکل نہ ٹٹو

تیری وجہ سے
مجھ پر ہیں ہاے
سبکی ہے میری
ہر آسے پاسے

رو لے کی بیگم
چلتی ہے کم کم
رہتی ہے موٹو
موٹر میں ہر دم

بولو کہ ایسے
ممکن ہے کیسے
اسکیل دونوں
کے ایک جیسے

تو ہے قلندر
وہ ہے مچھندر
سارا محلہ
رشکاں ہے اُس پر

تو ٹاٹ ہو گا
وہ لٹ ہو گا
تجھ سے زیادہ
اسمارٹ ہو گا

بے مہار غزل

بھونکنا مجھ پہ سرِ راہے شرافت کب تھی
تیرے کتے سے رقابت کب تھی

عشوہ و ناز و ادا

اتنے ہتھیار لئے پھرنا حسینوں کی ضرورت کب تھی

ہاتھ اوروں کی طرح بہتی ہوئی گنگا میں دھونے کی تمنا تھی شرافت کے نمونوں کو مگر
جرات کب تھی

کام کرنے کے عیوض اُس نے اگر بھیجی پھلوں کی پٹی
ایک سوغات تھی رشوت کب تھی

ٹورنامنٹ میں سب کھیل کئے تھے شامل
ہاں مگر اُس میں سیاست کب تھی

مجھ کو کہتے رہے مکار تو یہ آپ کا حسنِ ظن تھا
میری تعریف تھی، تشلیک کی صورت کب تھی

رات کے کھانے کی فہرست لکھی تھی ذرا اشائل سے
شاعری میں کوئی جدت کب تھی

میں جو افسر تھا تو چڑا سی تھا میرا بھائی
جیسے ہُن اُس پہ برستار ہا، ویسی میری قسمت کب تھی

میری پی آر نے ایوارڈ دلائے ہیں زمانے بھر سے
شاعری ذریعہ عزت کب تھی

تھی مرے بھانجے کی تحقیق کہ غالب سے بہر حال بڑا شاعر ہوں
تم میں تسلیم حقیقت کی جسارت کب تھی



سرال

شوہروں کو ذیست ہے بارِ گراں سرال میں
 یاد آ جاتی ہیں سب کو نانیاں سرال میں
 دوستوں کی انتقامی کاروائی دیکھئے
 لے گئے ہنتے ہنساتے بے ایماں سرال میں
 میں کہ ہوں پابستہء تقدیر جرمِ عقد پر
 مجھ سے پوچھیں شوہروں کی داستاں سرال میں
 سر بچانے کی تمنا جھوٹ کی مرہون ہے
 اک قفس کو کہہ رہا ہوں آشیاں سرال میں
 وہ سمجھتے ہیں کوئی گونگا نصیبوں پڑ گیا
 آج تک کھولی نہیں میں نے زباں سرال میں
 مل گیا ہوں میں انہیں مشقِ ستم کے واسطے
 چین لینے دیتے ہیں سالے کہاں سرال میں

رہا سہا کس طرح نہ آئے جب موجود ہیں
 ناچ گنگی کا نچانے سالیں سرال میں
 ساس کو درکار کیوں ہے صرف بیگم کا مفاد
 از روئے قانون ہے میری بھی ماں سرال میں
 ایک اسرائیل کی اسٹیٹ لگتی ہے مجھے
 یوں زمیں ہے تنگ بہر بیکساں سرال میں
 کیا کروں سرال والے جب مرے گھر آئیں
 ٹھیک ہے، اچھا نہیں لگتا میاں سرال میں
 جرم ایسا کون سا سرزد ہوا ہے آپ سے
 آپ کیوں جائیں نصیب دشمنان سرال میں
 صاحبِ تکریم مجھ آپ بھی کہہ لیجئے
 آپ نے دیکھا نہیں مجھ کو وہاں سرال میں
 میر کا دیوان پڑھ کر مجھ کو لگتا ہے ظفر
 زندگی گزری ہے ان کی بے گماں سرال میں



کچھ صلہء کاہلی دے دے خدا !
مجھ کو بھی اب افسری دے دے خدا !

چاہے چہرہ اسی کی ہو، کشم میں ہو
بس نوید نوکری دے دے خدا !

کیا کریں وہ جن کے ہاں وڈیو نہیں
صورتِ دل بستگی دے دے خدا !

کار تو بیکار کو مل جائے گی
بس کبھی بے بس کو بھی دے دے خدا !

عمر کے اتنے انعامی بانڈ ہیں
کوئی تو لمحہ لکھی دے دے خدا !

مہرباں وہ ہیں نہ اُن کا ڈاگ ہے
کچھ خیالِ دلبری دے دے خدا

اُن کو لگ جائے مرے دل کی لگی
مجھ کو اُن کی دل لگی دے دے خدا !

جب کبھی میری غزل پڑھنے لگیں
اُن کو ذوق شاعری دے دے خدا !



خانہ بدوش عشق کو تاڑا نہیں گیا
خواباں سے کچھ بھی میرا بگاڑا نہیں گیا

چھوڑا ہوا ہے یار کے کوچے کو ان دنوں
خود کو بھری بہار میں ساڑا نہیں گیا

اُس کو بھی جذبِ عشق نے مجبور نہ کیا
مدت ہوئی ہے میں بھی اوکاڑا نہیں گیا

کرنی ہے اُن سے عرضِ دل زارِ خیر ہو!
عاشق سنانے دو کا پہاڑا نہیں گیا

بدلی نہ میری گرمیِ اخلاص سے بھی رُت
اب تک مزاجِ یار سے جاڑا نہیں گیا

بیگم نے بیلنے سے سبھی بل دئے نکال
شکوہ تھا میرے کوٹ کو جھاڑا نہیں گیا

نگلی ہیں مل کے بہر خریداری بیگمیں
کب یہ جلوس لوٹ کے باڑا نہیں گیا

ہر دور میں کہا گیا رشوت کو ویکم
اس بھوت کو کبھی بھی پچھاڑا نہیں گیا

جب سامنے ہو اس کے کوئی ڈشکرا ظفر
کاغذ کے شیر سے کبھی دھاڑا نہیں گیا



سیاسی وعدے

(انتخابات کے بعد)

(انتخابات سے پہلے)

آج سب لوگوں کو دیتا ہوں زباں، وعدہ رہا
 آپ کا خادم رہوں گا جاوداں، وعدہ رہا
 ووٹ کا احسان جتلاتا ہے کیا، خاموش رہ!
 میں نہیں نوکر تمہارے باپ کا، خاموش رہ!
 باغ نہ دکھلاؤں گا میں سبز ہرگز آپ کو
 جھوٹ نہ ہو گا مرا کوئی بیاں، وعدہ رہا
 میرے وعدے تو سیاسی سمجھنے تھے، بے وقوف!
 تو نہیں ہے لیڈروں سے آشنا، خاموش رہ!
 دور کر دوں گا مسائل جس قدر حلقے میں ہیں
 منتخب کر کے تو دیکھیں مہرباں، وعدہ رہا
 کیا کہا، بیحد مسائل ہیں مرے حلقے میں؟ چپ!
 یہ مسائل کب نہیں تھے بے حیا، خاموش رہ!

گندگی کے ڈھیر اٹھوانا ہے فرضِ اولیں
 ہر گلی ہو جائے گی جنتِ نشاں، وعدہ رہا
 گندگی ہی گندگی ہے جا بجا تو کیا کروں؟
 خاکروں سے مرا کیا ٹاکرا، خاموش رہ !
 یہ غلاظت سے بھرے نالے نہ رہنے پائیں گے
 دودھ کی نہریں بہا دوں گا یہاں، وعدہ رہا
 اس قدر نالوں پہ نالہ کر رہا ہے کس لئے؟
 ان کو چھو منتر کروں کیسے بھلا، خاموش رہ !
 اک مدرسہ بہرِ طفلان، اک نئی ڈسپنسری
 اور اک میدانِ برائے نوجوان، وعدہ رہا
 کیا کہا میدان اور اسکول اور ڈسپنسری؟
 بیٹھ جا! اوروں کی سننے دے ذرا، خاموش رہ !
 یہ زمیں جو اب زمیں کہلانے کے لائق نہیں
 میں بچھا دوں گا یہاں پر کہکشاں، وعدہ رہا
 خوب، تو آلودہ لگتا ہے تجھے ماحول بھی !
 جا کے کٹوا لے فلٹ انگلینڈ کا، خاموش رہ !

جذبہ خدمت سے ہیں سرشار میرے قلب و جاں
 میں نہیں کوئی فلاں، ابنِ فلاں، وعدہ رہا
 جان لے کہ ممبری ورثہ مرے پرکھوں کا ہے
 مان لے اس کو مقدر کا لکھا، خاموش رہ !
 آپ پھر اک بار مجھ کو آزما کر دیکھ لیں
 دور کردوں گا سبھی وہم و گماں، وعدہ رہا
 یونہی بے سوچے بکے جاتا ہے کیا؟ حدِ ادب !
 دور کر اپنا یہ الٹا تھوڑا، خاموش رہ !



کس میں ہمت کہ یوں اشتعالی کرے
ٹیلیویشن ثقافت کو گالی کرے

ہر حکومت کو مریل معیشت ملی
اس کے بوتھے پہ کیسے بحالی کرے

اب تو ہر اک بجٹ کی ہے غایت یہی
جیب کیسے غریبوں کی خالی کرے

خوب ہے قائدین وطن کا چلن
ہم پہ جمہوریت کو وہابی کرے

قوم کے غم میں دبے ہوں ہم کس لئے
کام اقبال کا ہے یا حالی کرے

انتخابات کی اور ہی بات ہے
مفت لیڈر نہ شیریں مقالی کرے

جو منسٹر کی پرچی کا گڑ ڈال دے
اپنے میرٹ کو کچھ اور عالی کرے

بازیابی جو فائل کی درکار ہے
بات کچھ مک مکا کرنے والی کرے

یوں کوئی دشمنوں سے بھی کرتا نہیں
جیسے شوہر سے سالا یا سالی کرے

بیوی دیتی نہیں ناشتہ و ناشتہ
آ کے دفتر میں صاحب جگالی کرے

سب کے تیرِ نظر کا نشانہ ہے دل
جیسا گوری کرے ویسا کالی کرے

دورِ حاضر میں تلقینِ صدق و صفا
اپنا واعظ بھی باتیں نرالی کرے

اب تو آوے کا آوا ہے بگڑا ہوا
کون کس کی یہاں گوشمالی کرے

بابو کو جب مال نہ دے
ونختے میں کیوں ڈال نہ دے

ایسے کام کو آگ لگے
ایک فراغ کال نہ دے

پیار حماقت ہے بچ کے
دل یہ نُنٹا پال نہ دے

وعدہ کر کے مت آنا
ڈیٹ تو اگلے سال نہ دے

چور سمگلر اوکے ہیں
رشتہ کنگال نہ دے

کشتی چاہتے ہیں مولا
سُروں کو پنڈال نہ دے

بیوی ٹھیک بشرطیکہ
جنجال سراں نہ دے

گنجا بار چڑتا ہے
ایمپائر ”نوبال“ نہ دے

کچھ تو بھرم رہ جائے ظفر
ہر ششے میں بال نہ دے



جاناں جاناں

تمہیں ملنے سے پہلے زندگی میں
کہاں دیکھی تھی چکا چوند کوئی
مرا دل ہے کہ کھنچتا جا رہا ہے
تمہارے حسن میں ہے گوند کوئی

ہوشیار باش

اپنی پود سے بے خبری تو ٹھیک نہیں ہے
سن گن لے لے آج لگا کر تو بھی ناکہ
کس سرال کی شامت اس کو گھیر رہی ہے
کس کاکی کو تاڑ رہا ہے تیرا کاکا

انتباہ

آج پنڈی کی سڑکوں پہ جو بھی بشر
چل رہا ہے کہ چلنے پہ مجبور ہے
اس سے کہہ دے کوئی جا کے اہل خبر
عافیت ہے اسی میں کہ بچ کر چلے
آتی جاتی ہیں یوں گاڑیاں ہر طرف
جیسے گھوڑے ہوں یہ بھی کسی دوڑ کے
دندناتی ہیں یوں روڈ پر صف بہ صف
جیسے پورس کے پیچھے سکندر چلے
کتنے ہی حادثے ہو چکے ہیں یہاں
کتنے ہی چاند چہرے ہیں اب تک جنہیں
دے چکے شربت وصل اللہ میاں
دلبری کے اسی طور چکر چلے
کوئی نادان رخ نہ ادھر کا کرے
گاڑیوں والے سب بادشاہ لوگ ہیں
ان کے ٹھیکے سے کوئی جنے یا مرے
جس کو چلنا ہے بن کر شاہور چلے

(چچا غالب کی غزل کی بیروڑی)

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
 آپ افسر تھے یہی ذمہ عناں گیر بھی تھا
 تجھ سے بیجا ہے مجھے واپسی تباہی کا لگہ
 اس میں کچھ شائبہ شامتِ تقدیر بھی تھا
 تو مجھے بھول گئی ہو تو پتہ بتلا دوں
 ایک عاشق جو محلے میں ترا ویر بھی تھا
 خان صاحب کو تو ہے اب بھی کسی عشق کی یاد
 جس میں رانجھا ہی نہیں تھا خو کوئی ہیر بھی تھا
 میں اُسے ”دُر“ کہوں اور کچھ نہ کہے، خیر ہوئی
 گر بگڑ بیٹھتا تو دیکھتے میں تیر بھی تھا
 ہم تھے پٹنے کو کھڑے، پاس نہ آیا، نہ سہی
 آخر اُس شوخ کے ہاتھوں میں تو کفگیر بھی تھا
 پکڑے جاتے ہیں حسینوں کے تھڑوں پر ناحق
 وہاں عاشق ہی نہیں تھے، کوئی رگبیر بھی تھا
 پھانسنے میں تمہیں استاد نہیں ہو، ظالم
 کہتے ہیں تجھ سے کہیں بڑھ کے ترا پیر بھی تھا

گو کہ نقصان ہے ذاتی ، پھر بھی
کاسہ لیسی نہیں آتی ، پھر بھی

بات کچھ بھی نہیں کہنی اُس نے
بات ہے چودہ نکاتی ، پھر بھی

رانگ نمبر بھی اگر آ جاتا
ایک گھنٹہ تو لگاتی ، پھر بھی

یوں تو جنموں سے ہوں لیکن ہائے !
وہ تو الو نہ بناتی ، پھر بھی

گھر کی بھیدی تھی پڑوسن میری
کس طرح لنکا نہ ڈھاتی ، پھر بھی

وہ بھلے ساقی گری نہ کرتی
چائے کا کپ تو پلاتی ، پھر بھی

یوں تو ہر بت پہ فدا رہتا ہے
دل ہے لاتی نہ مناتی پھر بھی

لاکھ رومان پسندی جھاڑوں
چاند لگتا ہے چپاتی ، پھر بھی

میں اگر بہرہ بھی ہوتا تو ظفر
بے محل شعر سناتی ، پھر بھی



اصلی وجہ

دوسرے شہروں میں ہیں میرے عزیز
رابطہ رہتا ہے اس کے باوجود
بات کر لیتا ہوں روز
فون جو دفتر کا ہے

درحقیقت

ایسٹریکٹ آرٹ کی خوبی تو نہیں ہے اس میں
ہم ہی آگاہی کی جانب سے ذرا ماٹھے ہیں
ہم نے بیٹنگن کو جو انسان کہا تو کیا ہے
ہم نے انسان زمانے میں کہاں دیکھے ہیں

میں کیہڑے پا سے جاواں

لگتا ہے کوئی شرط ہے باہم لگی ہوئی
اک دوسرے سے بڑھ کے نشانہ بنائے ہے
اک استری ہے جو مرے کپڑے کرے ہے بھسم
اک استری ہے جو مرے من کو جلانے ہے

بے ادبیاں

گردشِ دوراں جو لٹھ لے کے پڑی ہے پیچھے
اُسے مڑ کر دیکھوں
یا تراروئے منور دیکھوں
کچھ سمجھ میں نہیں آتا میرے
دل کو روؤں کہ جگر کو دیکھوں
شعر لکھنے کے لئے بیٹھا ہوں

ذہن میں ایسے خیالوں کا ہجوم
جن کا مفہوم مجھے خود بھی نہیں ہے معلوم
گر انہیں نظم کروں
لوگ سمجھیں گے نئے دور کا اک فلسفی شاعر مجھ کو
شعر لکھنے کے لئے بیٹھا ہوں

میری جدت ہے نمایاں سب میں
ڈکشنری سامنے رکھی ہے کھلی
اب تو جس نے مجھے پڑھنا ہے سمجھ لے خود ہی
ہضم کر سکتا نہیں وہ مجھ کو
کارمینا کی کئی بوتلیں چڑھا کے بھی
شعر لکھنے کے لئے بیٹھا ہوں



سرکاری ہسپتال میں داخل ہوئے تھے کیوں؟؟

یوں آپ اپنے قتل میں شامل ہوئے تھے کیوں؟؟

بیٹھا ہے زندگانی کا بھٹہ تو کیا عجب

سارے ہی حسن والے غم دل ہوئے تھے کیوں؟؟

آخر کو گم گما گئے دل کی دراز سے

اُس بے وفا کے کیس کی فائل ہوئے تھے کیوں؟؟

ایسے رقیب کر نہیں سکتا تھا میں افورڈ

تیری گلی کے کتے مقابل ہوئے تھے کیوں؟؟

رسوا تو کرنا تھا تمہیں اپنے لباس نے

تہہ پہن کے رونق محفل ہوئے تھے کیوں؟؟

میری نگاہوں پر کئے جاتے ہو اعتراض

میں پوچھتا ہوں دید کے قابل ہوئے تھے کیوں؟؟

جوتے ہر عہد میں تمہیں کھانے ہی تھے ظفر

جاہل نہ بن سکے تھے تو عاقل ہوئے تھے کیوں؟؟

یوں پٹے آستانہ نسرین پر
جیسے بھارت کے فوجی سیاچین پر

کتنا میک اپ کا سامان خوں ہو گیا
اُس کے روئے کتابی کی تدوین پر

اُن کے حیرِ نظر کا نشانہ ہے دل
کبھی یاسین پر کبھی یامین پر

غین صاحب کی شامت ہے آئی ہوئی
مر رہے ہیں کسی آنسہ شین پر

تو مری زندگی میں یوں داخل ہوا
جیسے پتھر کوئی آگرے ٹین پر

مل گئی نوکری جن کو پولیس میں
ہنس رہے ہیں چراغِ الہ دین پر

کیا کہا تیری شادی ہے پرسوں، بجا !!
میں بھی آ جاؤں گا تیری تدفین پر

دُم دبانے کی کوئی ضرورت نہیں
ان دنوں شیر رہتے ہیں قالین پر

آپ ہیں پوربی آپ کی ریس کیا
آپ زینے پہ چڑھتے ہیں ہم زین پر

کس زمانے کی باتیں بتانے لگے
نوج خوئے شرافت کی تمرین پر

لنڈا بازار کی مہر ہوتی نہیں
تیرے اسکرٹ پر یا مری جین پر

کلجک نو میں ذکرِ حجاب و نقاب
ایک طعنہ زنی ہے خواتین پر

اپنی کنیا میں رہنا نہ آیا تجھے
اور نظریں تری ماہ و پروین پر

ہم تو چاہہ دیانت کے ڈڈو رہے
ورنہ سب نے لگائے ہیں دو تین پر

ہم تو پیدل بھی چل کر پہنچ جائیں گے
لوگ بیٹھے رہیں گے اباسین پر

جس کو سنر کے قابل سمجھتا ہے تو
ساری کچر چلے گی اسی سین پر

پھر سے الو بنے انتخابات میں
جھومتے ہیں اسی لے اسی بین پر

یوں تو ہر بات اہل سیاست سی ہے
طوطا چشتی ہے موقوف مہرین پر

گر وزارت نہیں تو سفارت سہی
کچھ کرم اپنے بندہ مسکین پر

ہم فضیحت میاں کیا نصیحت کریں
کان دھرتے نہیں لوگ تلقین پر

یوں تو کرنے کو کر لی شرارت ظفر
مصحفی کان کھینچیں گے تضمین پر

میں فرطِ شوق میں اُس سے تو کہہ بیٹھا جو جی میں تھا
 کھلا یہ بعد میں مجھ پر وہ ”ہی“ میں تھا نہ ”شی“ میں تھا
 کسی غارت گرِ توبہ نے جب دیکھا تھا شرما کر
 مرا ہیلمٹ کڑاہی میں تھا اور دستانہ گھی میں تھا
 مری طریوں اُسے بھی شامتِ اعمال گھیرے تھی
 فدا سو جان سے تجھ پر کبھی وہ تھا ، کبھی میں تھا
 مرا یہ منہ تو روزِ آفرینش سے فٹے منہ تھا
 تمہارا عذر پہلے سے تمہاری پالیسی میں تھا
 تمہیں شوہر سے لڑتا دیکھ کر میں شکر کرتا ہوں
 تمہارا فیصلہ جیسا تھا ، میری بہتری میں تھا
 نصائح پر تو ہم تم مرجھا کہتے نہ تھکتے تھے
 مگر پیسہ لگا کتنی کسی کی سادگی میں تھا

یہی شعبہ تھا جس میں روزِ اوّل ہی سے آگے تھے
کرپشن میں ہمارا ملک اکیسویں صدی میں تھا

چلے تھے سر کھاتے نائیٹی سیون کے کوچے سے
نئے بحران کا سودا ہماری کھوپڑی میں تھا

شتر نہ بلبلاتا تو ظفر یہ ذمہ ہی رہتا
کہاں جگ میں کوئی میرا مقابل شاعری میں تھا



مردانگی

”روئے جاتا ہے کا ہے کو گامے یونہی؟“
”آج بیوی نے پھینٹی لگائی ہے جی!“
”اس میں رونے کی کیا بات ہے مرد بن!!“
”مجھ کو روتے ہوئے تم نے دیکھا کبھی؟؟“

سہولت

نہ پانی ہے نہ دانہ ہے، گرانی کا زمانہ ہے
 بھلا اس دور میں ہمت کسے مہماں نوازی کی
 تصور میں چلے آؤ نہ ہو تکلیف دونوں کو
 تمہیں دیگن میں رُلنے کی مجھے مہماں نوازی کی

تفہیم

ہم نسلِ نو کے باب میں کہتا ہے کیا تاریخِ داں
 تم کو اگر معلوم ہے، مجھ کو بتا دے ہمنفس !
 اسلاف کی میراث تک تو صاف آتا ہے نظر
 آگے پڑھا جاتا نہیں وارث ہے یا کہ وارث

میں روز کہتا ہوں حال پوچھوں گا آج اُن کا
 بھڑوں کا چھتا بنا ہوا ہے مزاج اُن کا
 رقیب کیوں دندناتے پھرتے ہیں بے مہارے
 تمہارے کوچے میں کام اُن کا نہ کاج اُن کا
 نری سلیقہ شعاریوں کا اچار ڈالیں
 ہمارے دل میں تو کلہلاتا ہے داج اُن کا
 وہ لوگ جن کو خدا نے ہاتھوں کا میل بخشا
 تمام لیلائیں اُن کی ' سارا سماج اُن کا
 تمہارے پیچھے نہ آئیں گے اب تمہارے عاشق
 تمہارے اُبے نے کر دیا ہے مساج اُن کا
 خدا ہی جانے کہ کس خوشی میں گزر گئے ہیں
 نہ تو نہ اُن کی نہ قلب کا اختلاج اُن کا

وہ امن کے چمپین بنے ہیں تو سوچتا ہوں
سپاہی اُن کے ' تفنگ اُن کی ' میراج اُن کا

حذر کہ آتے ہیں باس بیگم سے پٹ پٹا کے
تمہیں پہ گرنا ہے نزلہء احتجاج اُن کا

مُری ہے یاروں کو آزمانے کی شرمساری
ازل سے ٹھہری ہے بے وفائی رواج اُن کا

وہ جن کو پیرایہ شرافت نہ راس آئے
نوید ڈنڈا ہی رہ گیا ہے علاج اُن کا



دولہا کی فریاد

بہکاوے میں آیا ہوں گھوڑے پر چڑھ بیٹھا ہوں
 مونہہ پر سہرا ڈالا ہے سجا سجایا کھوتا ہوں
 عبرت کہ میں ”دولہا“ ہوں

دلہن کا ارمان بجا لیکن ہے سرال بلا
 کب سے شوخ بلاؤں میں پانی پانی ہوتا ہوں
 عبرت کہ میں ”دولہا“ ہوں

یوں سرال کی آل دھمال کھینچ رہی ہے میری کھال
 جیسے میں ہی دنیا میں قربانی کا بکرا ہوں
 عبرت کہ میں ”دولہا“ ہوں

ہونے والی ہر سالی آفت کی ہے پُر کالی
 ان کے نرغے میں خود کو یکسر الو لگتا ہوں
 عبرت کہ میں ”دولہا“ ہوں

فقرے بازی کرتی ہیں مجھ پر کھی کھی ہنستی ہیں
اور میں شرمندہ ہو کر سر کو کھجائے جاتا ہوں

عبرت کہ میں ”دولہا“ ہوں

یار جو ہمراہ بیٹھا ہے چوکھی تو لڑتا ہے
لیکن اب تو اس کو بھی بولایا سا پاتا ہوں

عبرت کہ میں ”دولہا“ ہوں

مانگ رہا ہوں دل میں دعا یارب مجھ کو ان سے بچا
اب کیا ہو کہ شادی کی غلطی تو کر بیٹھا ہوں

عبرت کہ میں ”دولہا“ ہوں



مالوسی

ایک عورت نے کسی سے پوچھا
نیک مردوں کو تو جنت میں ملیں گی حوریں
عورتیں کس کی توقع رکھیں
اُس نے بتلایا اُسے
یہی جو مرد ہیں اپنے اپنے
یہ وہاں پر بھی ہمارے ہوں گے
اِس پہ وہ بولی چمک کر ' واللہ !!
نیکیاں کرنے کا پھر فائدہ کیا ؟

(قتیل شفا کی مرحوم کی غزل کی پیروڈی)

جب بھی چاہیں اک نئی صورت بنا لیتے ہیں لوگ
ایک میک اپ سے کئی جھریاں چھپا لیتے ہیں لوگ

مل بھی لیتے ہیں گلے، جیسے کترنے کے لئے
دوستی کے نام پر سب کچھ اڑا لیتے ہیں لوگ

خود ستائی کی انہیں عادت ہی شاید پڑ گئی
ہر نئے شیمپو کو بالوں میں لگا لیتے ہیں لوگ

لفٹ بھی ہو ان کو حاصل، یہ ضروری تو نہیں
ہر کڑی کو دیکھ کر سیٹی بجا لیتے ہیں لوگ

یہ بھی دیکھا ہے کہ بڑھ جائیں حجامت کے جو دام
خود ہی ریزر لے کے بوتھے پر چلا لیتے ہیں لوگ

فون کڑیوں کو کریں تو روک مت ان کو ظفر
بل بڑھاتے ہیں یہ اپنا، تیرا کیا لیتے ہیں لوگ

وچلی گل

ظفر آج بیوی پہ ہونے لگا
میاں جی کے غصے کا مورال اپ
ضرور آج دفتر میں موصوف نے
لڑائی ہے لیڈی سٹینو سے گپ

برزنس آفر

جلسہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو ٹھیکہ دے دیجے
جتنے بندے فرمائیں گے ہم سپلائی کر دیں گے
ہکا بکا رہ جائے گا حلقے کا ہر کینڈیڈیٹ
ایک ہی دن میں حضرت کے مورال کو ہائی کر دیں گے

حجتوں کو دلیل کر لینا
کوئی اچھا وکیل کر لینا

ضابطوں وابطوں کو چھڈو جی
جا کے بابو سے ڈیل کر لینا

حسن پھرتا ہے بے حجابانہ
اپنی آنکھوں کو سیل کر لینا

کسی لیڈر کو آدمی کہہ کر
آدمی کو ذلیل کر لینا

یونہی اسارٹ بن نہیں سکتے
بندروں کو مثیل کر لینا

وصل کی رات خوب گزرے گی
واک دو چار میل کر لینا

ضبطِ تولید بھی طریقہ ہے
کوئی کارِ بنخیل کر لینا

کام چھوڑا ہے تم پہ معمولی
دیس کو خود کفیل کر لینا

چھینا چھٹی کا دور ہے، پیارے
کر رہی ہے جو چیل، کر لینا

اس کی عظمت کو پہنچ جاؤ گی
ہائی سینڈل کی ہیل کر لینا

مفت پٹنا نہیں رقیبوں سے
مک مکا کی سبیل کر لینا

منتظر ہے نوید کیانی بھی
ہو سکے تو یہ فیل کر لینا

فون پر ایک ڈیڑھ گھنٹے کی
بات کوئی قلیل کر لینا

(میر تقی میر کی غزل کی پیروڈی)

افسر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا
 کل اس کو یہیں شور ہے پنشن کی منی کا
 گجرات کی منزل سے گیا کون سلامت
 پاپوش لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا
 روزوں میں بھی ہر وقت کا چرنا نہیں چھوٹا
 ”ٹیشن“ تھا مداوا مری آشفۃ سری کا
 ہر زخم مرے چہرے کا اعلان ہے، نیگم!
 انصاف طلب ہوں تری بیداد گری کا
 اپنا تو جہاں عقد ہوا، ڈوب مرے ہیں
 یاروں کو تو لپکا ہے ابھی حور پری کا
 کھوکھے میں بھی سوکھے ہیں کہ چلتا ہوا ہے کام
 نسوار کی اس کارگر شیشہ گری کا
 نیک شاعر پُڑگو کو بٹھا دے کوئی فوراً
 دھڑکا ہے سر بزمِ خن قتل گری کا

عقد کا چکر چلایا تک نہیں
جا کے لندن لندنایا تک نہیں

کھا گئے مرغی رقیبِ روسیاء
مجھ کو دعوت میں بلایا تک نہیں

دوستی کیا دوستوں سے خاک تھی
میرا اسکیٹل بنایا تک نہیں

ہائے تیرے حافظے کی کیا کہوں
نام سن کے ہڑبڑایا تک نہیں

تیرے اندازِ ستم کی خیر ہو
وقت نے بکل کمایا تک نہیں

تیری نظروں کی سیاست کی قسم
بھیگے پن پر تملایا تک نہیں

اُن کی گاڑی زن سے آگے بڑھ گئی
شیخ نے ٹو دوڑایا تک نہیں

امتحانِ غم مجھے درپیش ہے
ممتحن سے مک مکایا تک نہیں

میری بالیں سے بندھی ہے غیر زس
جس کا ہوں بیمار آیا تک نہیں

تجھ سے ملنا ہو گیا مشکل مجھے
میری پاکٹ میں کرایہ تک نہیں

رند سب کنگال ہو کر رہ گئے
میکدے میں گل کھلایا تک نہیں

شعبہ بازی نہیں مطلق پسند
لیڈری کا مجھ پہ سایہ تک نہیں

کھائے ہیں انگور جی بھر کے ظفر
دختِ رز کو آزمایا تک نہیں

لندن لندن

بُت سبھی لندن کے ہیں تو میں وہاں کا کیوں نہیں
عشق کا اُس شہر میں کچھ دال دلیا کیوں نہیں

کیسے کیسے لوگ یورپ گھوم پھر کر آ گئے
میرے کھیسے میں فقط لندن کا ویزہ کیوں نہیں

میرے رشتہ دار کیا ٹٹ پونجئے ہیں سب کے سب
سوئے انگلستان کسی کا آنا جانا کیوں نہیں

دوسروں کی پاکٹیں پونڈوں سے ہیں پھولی ہوئی
اللہ دتے کو مرے اللہ نے دتا کیوں نہیں

میری انگریزی ہے مضطر رونمائی کے لئے
اس کو سننا میم کی قسمت میں لکھا کیوں نہیں

ڈھیر سارے خواب ہیں انگلینڈ گردی کے ظفر
ایک بھی شرمندہ تعبیر ہوتا کیوں نہیں

رشوت

کسی سرکاری ایوان میں
کوئی فائل بھی پھنسنے نہ دی
جس کو کہتے ہیں رشوت ظفر
ماسٹر کی ہے ہر قفل کی

فکرِ عافیت

گھر سے باہر خوب پنگے کیجئے
گھر میں فکرِ عافیت ہی ٹھیک ہے
ذکرِ بیگم کا اگر مقصود ہے
ہجو میں تجریدیت ہی ٹھیک ہے

رودادِ سخن

دنیا سے جی جلا تو میں شاعر ہی بن گیا
شامت نے دی صدا تو میں شاعر ہی بن گیا

ناکام عاشقوں کا یہی مشغلہ تو ہے
وہ بے وفا ہوا تو میں شاعر ہی بن گیا

تیری گلی میں کوئی بھی درزی نہ مل سکا
دامن نہ سل سکا تو میں شاعر ہی بن گیا

تیرے لئے خموش تھا جب تو نے بھی مجھے
چکنا گھڑا کہا تو میں شاعر ہی بن گیا

جو کوئے رقیب کو دیتا ہوں، بھو ہیں
یہ راز جب کھلا تو میں شاعر ہی بن گیا

آٹو گراف لیتے ہیں شعراء سے مہ جبیں
دیکھا یہ ماجرا تو میں شاعر ہی بن گیا

وہ میرا یار بھی تھا مرا یار غار بھی
نقاد بن گیا تو میں شاعر ہی بن گیا

یاروں نے خوب الو بنایا مجھے ظفر
جی بھر کے بن چکا تو میں شاعر ہی بن گیا



تنبیہ

اگرچہ مس !!

ڈرانے کا ارادہ تو نہیں ہے آپ کو میرا
مگر اس بار پپا کو بڑا ہی طیش آیا تھا
وہ کہتے تھے !!

اگر آئندہ بھی نمبر ہوئے کم میتھس میں میرے
تو پھر وہ آؤ دیکھیں گے نہ تاؤ پیٹ ڈالیں گے

تمہارے حسن کو بھی اک طرح چنگل کہا جائے

ہمارے ہوش کو اڑتا ہوا بادل کہا جائے

حسینوں کی نگاہ ایٹم آسا کے کرم سے ہے

خرابی اس قدر کہ دل کو بھی کاہل کہا جائے

یہ کیسی بے سوادى ہے ، کوئی جھگڑا نہ بد خوئی

اگر بیگم نہ ہو تو گھر کو بھی ہوٹل کہا جائے

ہمیں سرال والے جانور کہتے رہیں ، لیکن

برائے مہربانی ساتھ میں سوشل کہا جائے

وہ خود کو حسن کا معیار کہتے ہیں ، ارے توبہ

کہ جن کو دیکھ کر بیساختہ بول کہا جائے

اسیر قرض ہیں ، ایسے نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

ہماری قرض خواہ اقوام کو کمبل کہا جائے

لکھا ہے کارڈ پر ”تمہاری اپنی“ کیسے پہچانیں ؟
ہما یا نادرہ یا ناز یا سنبل کہا جائے

یہ ہم کس دور میں صدق و وفا کی بات کر بیٹھے
ہمیں الو کہا جائے ، ہمیں پاگل کہا جائے

سوال و صل ہے اور گرم ہے اُن کی ڈائری ، ہائے
کبھی ہفتہ کہا جائے ، کبھی منگل کہا جائے

وہ کہتے ہیں ہماری ازدواجی زندگانی ہے
محلے والے کہتے ہیں اسے دنگل کہا جائے

یہاں بھی جس کی لاشی ہو اُسی کی بھینس ہوتی ہے
یہی ہے شہر تو پیارے کسے جنگل کہا جائے

تری اولاد ہے سو ہے تقاضہ و ضعداری
کرے جو بد تمیزی تو اسے چنچل کہا جائے

شباب و حسن والوں سے توقع اور رکھتے ہو
ظفر انصاف تو یہ ہے تمہیں انکل کہا جائے

مشورہ

میری بیگم کو ڈر ہی رہتا ہے
حسنِ عارض کہیں نہ لوز کرے
کشمکش میں ہی اُس کو دیکھا ہے
کون سی وہ کریم چوز کرے
مشورہ ہے مرا بچنگ آمد
اب ذرا ریگمار یوز کرے

یہ یا وہ

آپ کا حسن ہے یا گرانی
ہوش میرے اُڑائے ہوئے ہے
آپ کی ہے یا آمد بجٹ کی
میری شامت بلائے ہوئے ہے

امرِ مصدقہ

مانا خرگوش سے میاں کچھوے
اتفاقاً ہی آگے نکلے ہیں
ہاں مگر دوڑ میں بہر صورت
ریل گاڑی سے جیت سکتے ہیں

ماسی!

مرا ہر یار تھا پہلے لفنگا مارکہ ماسی !!
یونہی بیکار کا ماسی !!
تہی ہے جس نے ان سب کو کیا گھربار کا ماسی !!
مرا بھی گھر بسادو ناں
کسی اچھی سی لڑکی سے مری شادی کرادو ناں !!

بہت بن ٹھن کے میں گھر سے نکلتا ہوں مگر ہائے !
کہیں بھی گل نہ بن پائے
میں جس لڑکی کو بھی تاڑوں وہی ٹھینکے پہ دھر جائے
کوئی چکر چلا دو نا !!
کسی اچھی سی لڑکی سے مری شادی کرادو ناں !!

یہ میری جو حیاتی ہے، سمجھ کہ کیس ذاتی ہے
یہ حسرت دل جلاتی ہے
ترے ہوتے ہوئے بھی یہ عمریا بیتی جاتی ہے
مرامردہ بھی لا دونوں !!

کسی اچھی سی لڑکی سے مری شادی کرا دو ناں !!

کسی آئیڈیل کی جستجو میں ہو چکا کوٹھا
کہ چٹا کر لیا چوٹھا
حسیناؤں میں اٹکل بن چکا ہے آج یہ منڈا
مجھے دولہا بنا دو ناں !!

کسی اچھی سی لڑکی سے مری شادی کرا دو ناں !!

مرے ناصح کا کہنا ہے کہ شادی اک حماقت ہے
کنوارہ پن غنیمت ہے
کہ شادی نام ہے جس کا وہ مردِ خُر کی شامت ہے
مری شامت بلا دو ناں !!

کسی اچھی سی لڑکی سے مری شادی کرا دو ناں !!



یادِ ایام

ذکر ہے اک شام کا
دوستوں میں بیٹھ کر
رور ہے تھے جوشِ جی
اپنی محبوباؤں پر

اُن کی بیگم آ گئیں
دیکھ کر بولیں ارے
کیا ہوا ہے آپ کو
رور ہے ہیں کس لئے

اس پہ بولے جوشِ جی
کچھ نہیں جاننا جاں
یونہی اک پل کو مجھے
آ گئی تھی یادِ ماں

ستم ظریفی

ٹیلیوژن نے دکھایا ہے ہمیں
پاک کلچر کا یہ روپ
ٹکیوں کا ایک بھی داعی نہیں
پاپ کے اتنے گروپ

ثبوت

بے سبب لڑنے جھگڑنے کا مزا ختم ہوا
آج سے معرکے ہوں گے بحوالہ ثبوت
مل گئے خفیہ درازوں سے مری بیگم کو
”چند تصویر بتاں‘ چند حسینوں کے خطوط“

بارِ خدا

تھے ہم بھی نام لیوا اعلیٰ قدروں کے
پر اب اُن کی پذیرائی نہیں باقی
ظفر ہر دوسرا بندہ صفائی ہے
قسم کھانے کو سچائی نہیں باقی

جب وقت پڑے کوئی بھی جانو نہیں ہوتا
میں میں نہیں ہوتا کبھی تو تو نہیں ہوتا

چپکے سے مرے کان پکڑ لیتی ہے شامت
اس بھوتی کے پاؤں میں گھنگھر و نہیں ہوتا

آقائے فرنگی کا وفادار بہت ہے
صاحب کبھی منت کش اُردو نہیں ہوتا

توندیں ہیں کہ بڑھتی چلی جاتی ہیں مسلسل
کھاتے ہیں جو رشوت انہیں اچھو نہیں ہوتا

ہر سچ میں گرامر کے نقائص نہیں ملتے
ہر جھوٹ کی تقدیر میں یا ہو نہیں ہوتا

اس دور کے انساں میں ہے کچھ فنی خرابی
روشن ہے مگر صورتِ جگنو نہیں ہوتا

نقاد زمانے میں نہ ہوتے تو میں کہتا
لیلائے غزل کا کوئی کیدو نہیں ہوتا

(صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی غزل کی پیروڑی)

وہ مجھ سے ہوئے ہمکلام اللہ اللہ
کہاں میں کہاں ٹنڈو جام اللہ اللہ

یہ بچوں کی چوں چوں یہ بیگم کی چاں چاں
یہ ہنگامہ صبح و شام اللہ اللہ

یہ حلوے کی تابانیوں کا تسلسل
یہ ذوقِ شکم کا دوام اللہ اللہ

وہ جھینپا ہوا اک میاں کا تبسم
وہ گھر میں کسی کے دھڑام اللہ اللہ

مرا گھر، مری سیلری مختصر سی
وہ سرال کا اڑدھام اللہ اللہ

وہ بزمِ سخن میں ٹماثر کی بارش
ظفر کا وہ لطفِ کلام اللہ اللہ

پھر آج نیواں نیواں سوئے سس گیا تو پھنس گیا
میری طرح جب بھی گیا، بے بس گیا، تو پھنس گیا

کل اس نے شرماتے ہوئے، دیکھا مجھے جاتے ہوئے
کل کاتب شامت مجھے بھی دس گیا، تو پھنس گیا

اس شوخ میں ہے کیا فسوں، سو جان سے مرتا ہے کیوں؟
پاؤں تراکن دلدوں میں دھنس گیا، تو پھنس گیا

سارے ہی تاڑو تن گئے، کڑیوں کے بھائی بن گئے
آواز جانے کون تھا جو کس گیا، تو پھنس گیا

چکی جو تیری لیڈری بنگلے ملے کوٹھی ملی
لیکن یہاں سے جب بھی یہ سرکس گیا، تو پھنس گیا

چونکہ چنانچہ سے ارے ملتا ہے کب ظالم سے
ڈنڈا جو لہرایا تو پیش و پس گیا، تو پھنس گیا

پٹرول بھی مہنگا ہوا، ہر سمت سے ٹھینکا ہوا
گھر کے بجٹ کا تو نکل بھر کس گیا، تو پھنس گیا

یہ ازدواجی پیشیاں نہ مار دیں تجھ کو میاں
مار گرائی آن کر یوں ڈس گیا، تو پھنس گیا

افسر کی نکتہ داناں دفتر کے سب پیرو جواں
چپ چاپ سنتے تھے مگر تو ہنس گیا، تو پھنس گیا

وقت نکاح کہنے لگے، قلقاریاں بھرتے ہوئے
سارے رقیب روسیاء تو پھنس گیا، تو پھنس گیا!!

پڑھنے لگا تیرا ظفر، کلیات ساری کھول کر
حاضر تھا جو بزمِ سخن سے نس گیا، تو پھنس گیا



مشاہدہ

ماہر نفسیات نے پوچھا
یہ بتائیں کہ آپ کا بیٹا
اپنے ماحول میں کہیں خود کو
غیر محفوظ تو نہیں لگتا
اس پہ خاتون نے کہا یہ تو
میں نہیں جانتی ہاں البتہ
میرا اپنا مشاہدہ یہ ہے
جہاں موجود ہو مرا بیٹا
وہاں موجود دوسرے بچے
کبھی محفوظ رہ نہیں سکتے

اور سہی

انا پرستوں کے در پر حقیر کیا ہونا
اس اعتبار سے اُس کا اسیر کیا ہونا
وہ نہ ملے تو کسی دوسری کو کال کرو
وفا کی بند گلی کے فقیر کیا ہونا

شرم حضوری

وقتِ رخصت کچھ بھرم رہ جائے گا
گرچہ اب جذبِ نہانی اور ہے
اُس نے بھی رومال میں رکھا ہے پیاز
میری آنکھوں کا بھی پانی اور ہے

(سلیم کوثر کی غزل کی پیروڈی)

میں ٹار تھا کسی اور پر، مرے سر منڈھا کوئی اور ہے
مری دلربا کوئی اور ہے، مرے گھر بلا کوئی اور ہے

کوئی ووٹ مانگے تو بولنا نہیں دیکھنا اُسے غور سے
وہ جو کونسلر ہے محلے کا، یہ وہی ہے یا کوئی اور ہے

تجھے ڈاکوؤں کی خبر نہ تھی، مجھے لیڈوں کا پتہ نہ تھا
تری داستاں کوئی اور تھی مرا واقعہ کوئی اور ہے

ترکھاپن

ایسا ترکھا لڑکا ہے کہ کیا کہئے
ابو کی تصویر بنانے کا کہئے
اُو کی تصویر بنا کر دے دے گا

منڈے

بحق حسن لوہا چون منڈے
 دسمبر میں بھی تابِ جون منڈے
 یہ کڑیاں ہیں بڑی آفت کی پڑیاں
 تراپڑا ہے ویری سون منڈے
 محبت کس قدر اندھی ہے توبہ!
 گلابی لڑکیاں میرون منڈے
 یہ پونی ٹیل، یہ بالی، یہ ٹھمکے
 مجھے لگتے ہو تم خاتون منڈے
 نصابِ زندگی میں بن گئے ہیں
 حماقت نام کا مضمون منڈے
 پئے اندورن خانہ حظ ہیں کیا کیا
 شبِ یلدا ہے اور بیرون منڈے
 وہ نخرے اور ان سے ہوں مخاطب
 ذرا منہ پر ملیں صابون منڈے

طلب کیسے رسد کو لفت دے دے
 ہیں اب تو صورت پر چون منڈے
 حیات از دوا جی جھیلے ہیں
 وفا کے عہد میں مدفون منڈے
 ادھیڑا ہے ترے ویروں نے خاصا
 دکھائی دے رہے ہیں اون منڈے
 لٹائی ہے جو باپوں کی کمائی
 تو خالی کر گئے قارون منڈے
 بچت کرتے ہیں یا فیشن الہی
 پہن کر تنگ سی پتلون منڈے
 کجا کالج کجا تعلیم کی پنج
 کہاں نکلتے ہیں افلاطون منڈے
 محبت میں شمار دلبراں کیا
 کئے جاتے ہیں ٹیلیفون منڈے
 ظفر مالش اگر ہوتی ہے تو ہو
 کہاں بدلیں گے اپنی جون منڈے



کڑیاں بال کٹاتی ہیں اور منڈے بال بڑھاتے ہیں
دیکھیں کب یہ ایک مساوی نقطے پر آ جاتے ہیں

کوئی رقیبوں سے بھی پوچھے کا ہے کی بے چینی ہے
کس علمی تحقیق کی خاطر اس کوچے میں جاتے ہیں

ان کے حسن کی دہشت گردی پر تعزیر نہیں کوئی
دل پر قبضہ کر لیتے ہیں آنکھوں میں گھس جاتے ہیں

کہتے ہیں اس قوم نے جگ میں خوب ترقی کرنی ہے
لگتا ہے ارباب وطن لنگڑوں سے ریس لگاتے ہیں

ویسے تو ناکام محبت کو بھی چومنے لڑتے ہیں
لیکن جن کا عقد ہو جائے وہ بھی تو پچھتاتے ہیں

دیوانوں سے عقل کی باتیں سن کے ہنسی آ جاتی ہے
رانجھا جی کچھ بتلائیں مجنوں کو کیا سمجھاتے ہیں

آپ یا ہم اس قوم کے لیڈر بننے کے حقدار نہیں
آپ میں بھی ہے غیرت باقی، ہم بھی کچھ شرماتے ہیں

اُن کو ہے معلوم کہ کیسے ہیروں میں تل سکتے ہیں
دربارِ سرکار میں راگِ درباری ہی گاتے ہیں

آپ سنائیں بزمِ سخن کے خالی ہال کو افسانے
ہم تو شعر سنا بیٹھے ہیں ہم تو اٹھ کر جاتے ہیں



اے ہم وطنو!

چھوڑو بھی ترقی کی باتیں
مت کارِ بے بنیاد کرو
ہاں ناک پہ مکھی آ بیٹھے
تو ہاتھوں کو ایجاد کرو

تُو

جب مری زندگی کا محور ہے تو
کیوں نہ تیرے لئے میرے دن رات ہوں
یوں تسلسل سے آتی ہیں یادیں تری
جیسے پی ٹی وی پر اشتہارات ہوں

ہر حسیں لگتا ہے دلبر مارکہ
دل بھی ہے لوفر سا لوفر مارکہ

عشق کہتا ہے اُسے مثلِ گلاب
جو بظاہر ہے ثنائی مارکہ

یار انگلش میڈیم کی آؤٹ پٹ
اپنی انگریزی گرامر مارکہ

وہ کسی کے حسن کا معیار ہیں
جو مجھے لگتے ہیں بندر مارکہ

ہمتیں پورس کے ہاتھی کی طرح
اور منصوبے سکندر مارکہ

گھر کو دفتر مانے تو جانے
بیویاں ہوتی ہیں افسر مارکہ

میری غزلیں بھی بہت نمکین ہیں
شاعری کرتا ہوں اکبر مارکہ

ریزگاری

کھولونہ کسی عشق کا کھاتا کوئی دن اور
لازم ہے کہ دیکھو مرارستہ کوئی دن اور

کیوں سمجھتا ہوں کہ آتا ہے وہ کڑیوں کے لئے
”سیر اس شخص کا معمول بھی ہو سکتا ہے“

کوئی سیڑھی لگی ہے رشوتوں کی
وہ اوپر اور اوپر جا رہا ہے

گرلز کالج سے نکلتی ہیں یوں کڑیاں اکثر
”جس طرح وادیء پر خار میں آہو نکل آئے“

ہاضمہ یوں بھی نہ گبڑا تھا ہمارا پہلے
”دل پکارے ہی چلا جاتا ہے جاناں جاناں“

سنگ باری بھی کرے اور تو ہش ہش بھی کرے
”کون رویا پس دیوار تجھے کیا معلوم“

وہ ہے رکشہ یا اپوزیشن ہے
”آسماں سر پہ اٹھا رکھا ہے“

سمجھتا کیوں ہے پی ایچ ڈی کا تھیس
”محبت فیصلہ ہے اک نظر کا“

نہ یونہی کو سا کرو راشیوں کینوں کو
انیس تھیس نہ لگ جائے آگینوں کو

یوں تو کہنے کو وہ کہتا ہے کہ آئیں ، بیٹھیں
”آپ نظروں کی زباں بھی تو سمجھتے ہوں گے“

لاہور جاتے جاتے کہیں لندن نہ لینڈ ہو
”اک بے خبر سفر کو چلا بے خبر کے ساتھ“

پنجابی میں کہتے ہیں اسے ”سس“
”قاتل کا نشان دے رہا ہوں“

وہم آزادی ہے دہوتی میں یونہی
”اپنی چادر دیکھنا بھی چاہئے“

اب کوئی ڈیٹا میں بنوائیں
”غم ہیں اب کے شمار سے باہر“

اعلان سن کے حشر بجٹ کا جولائی میں
”ہنستا تو ہوگا آپ بھی یزداں کبھی کبھی“

جارے جا ایمپائر میں نے دیکھ لیا انصاف ترا
ٹانگ بھی میری ٹوٹی ہے اور ایل بی ڈبلیو بھی میں ہوں

یہ الگ بات کبھی بھی نہ کرایہ مانگا
”تو مری روح کے اندر ہے کئی صدیوں سے“

خاوند کے کالر پہ سجایا ہے تو کیا ہے
”کچھ پھول تو ہوتے ہی مزاروں کے لئے ہیں“

ملی ہے میرے وطن کو بھی کیسی زرخیزی
درخت اگتے نہیں ہیں مکان اگتے ہیں

ہمارے عہد میں نکلے عجب انداز جذبوں کے
محبت ہو گئی بوڑھی وفا کا کوب نکل آیا

مجنوں کے پاس کوٹھی نہیں، کار بھی نہیں
”لڑتا ہے اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں“

عشق کا ہو جائے سد باب پہلے روز سے
آپ آنچل کو سنبھالیں، دیکھتا ہوں دل کو میں

دل گرفتہ تری لن ترانی سہی پھر بھی دامنِ امید ہاتھوں میں ہے
اتنی جلدی نہیں ٹوٹنے کا ظفر میرا دل ہے اسمبلی کا کورم نہیں

میں نے اُس سے کہا بھول ہو جاتی ہے آدمی ہے سزاوارِ معافی ہے وہ
اُس نے سر کو نفی میں ہلا کر کہا، آدمی تو نہیں ہے صحافی ہے وہ

خاندانی پیشہ کا آج بھی دم بھرتے ہیں
گورگن نہیں تو کیا لیڈری تو کرتے ہیں

حریصانہ نظر کیوں ڈالتے ہو
وہ لڑکی ہے کوئی نکڑی نہیں ہے

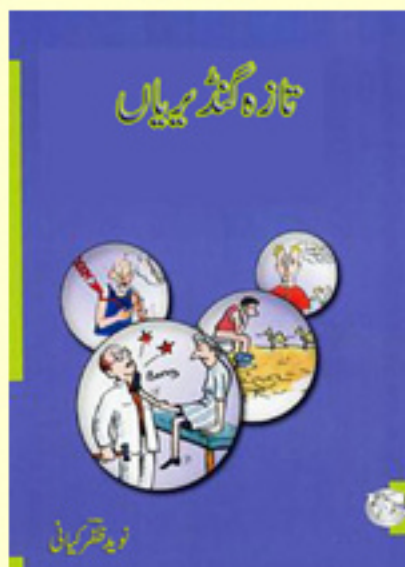
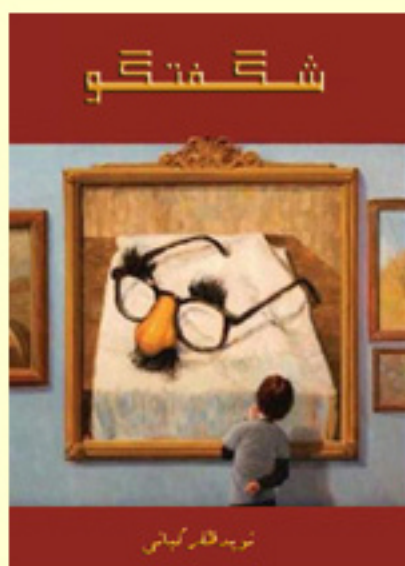
ملی فرصت نہ محفل میں تری باتیں ہی سننے سے
جو شکوے تجھ سے کرنے تھے وہ گھر پر یاد آتے ہیں

گھر کا صفایا کر کے نہ جانے کدھر گیا
”اک اجنبی جو غیر تھا اور غمگسار تھا“

ہزاروں بار زاہد سے ملے ہیں
بڑی مشکل سے ہم کافر ہوئے ہیں

مانا تم نے ایسا ہاکی کے بارے میں پڑھا سنا
لیکن بچو! سچ پوچھو تو قومی کھیل سیاست ہے

شاعر کی دیگر کتب



جانک مشتوق ہیں۔۔۔ انتظار فرمائے

<http://fb/nzkiani>

<http://naveedzafarkiani.wordpress.com>